بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعلیم الایمان

صفاتِ الٰہی

اَلْمُجِیْبُ، اَلْوَهَّابُ

میں غور وفکر کا طریقہ

مرتب

عبداللہ صدیقی

(ریسرچ اسکالر آف ایمانیات)

زیر سرپرستی

مفتی محمد یاسین قاسمی ملانوی

(سابقہ دار العلوم فاطمہ نسوان، عادل آباد، تلنگانہ،
رئیس الجامعہ العارفہ دار العلوم فاطمہ زہراءؓ، ملانا، باغبت، یوپی، الہند)

ناشر: عظیم بک ڈپو، دیوبند، یوپی

حق طباعت غیر محفوظ

(بغیر کسی تبدیلی کی چھپوانے کی عام اجازت ہے)

نام کتاب:۔ صفاتِ الٰہی المجیب' الوھاب میں غور وفکر کا طریقہ

مرتب:۔ عبداللہ صدیقی

زیر سرپرستی:۔ مفتی محمد یاسین قاسمی ملانوی 9391245419

سنہ طباعت:۔ ۲۰۲۳ء مطابق ۱۴۴۵ھ

تعداد اشاعت:۔ 500

کمپیوٹر کتابت:۔ النور گرافکس، حیدرآباد، تلنگانہ۔ 9963770669

ناشر:۔ عظیم بکڈپو، دیوبند، یوپی، انڈیا۔ 09997177817

☆☆☆☆☆

اس کتاب کے علاوہ دوسرے اسماءِ الٰہی میں غور وفکر کے لئے ہماری کتاب تعلیم الایمان کے تمام حصے پڑھئے اور ایمان بالکتب، ایمان بالرسالۃ، ایمان بالآخرۃ، ایمان بالقدر (تقدیر) پر شعوری اور عقلی اعتبار سے ایمان پیدا کرنے کیلئے "ایمانِ مفصل کو سمجھانے کا طریقہ" پڑھئے، اس کے علاوہ اولاد کو مسلمان بنانے اور لڑکیوں کو شادی سے پہلے باشعور بنانے والی دونوں کتابیں ضرور پڑھئے اور اپنے خاندان میں تحفہ دے کر دعوتِ دین کا حق ادا کیجئے۔
عظیم بکڈپو دیوبند یوپی سے نصف قیمت پر کتابیں حاصل کرسکتے ہیں۔

مدارسِ اسلامیہ کو ان کی خواہش پر ایک نسخہ تحفۃً دیا جائے گا۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

اَلْمُجِیْبُ (دعاء قبول کرنے والا، جواب دینے والا)

وَإِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَإِنِّیْ قَرِیْبٌ أُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ o (البقرہ:۱۸۶)

ترجمہ: اے نبی! میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتادو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں، پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کو سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ سے کثرت سے دعاء مانگا کرو، اللہ کسی کو دینے سے مجبور و عاجز نہیں۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعاء عبادت کا مغز اور جوہر ہے۔ (ترمذی)

☆ ایک اور روایت میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا: دعاء عبادت ہے اور دعاء عبادت کی روح ہے۔ اس ارشاد کے بعد آپؐ نے سورۃ المؤمن کی آیت: ۶۰ تلاوت فرمائی: وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَکُمْ إِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ o تمہارے رب نے فرمایا کہ تم مجھ سے دعاء کرو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، جو لوگ گھمنڈ میں آکر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں ضرور وہ ذلیل و خوار ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اگر جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے یا نمک کی ڈلی کی بھی ضرورت ہو تو اللہ ہی سے مانگو۔ (ترمذی)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ کی بارگاہ میں دعاء سے زیادہ کوئی چیز کوئی عمل دعاء سے زیادہ قابل قدر نہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

دعاء افضل ترین عبادت ہے اور عبادت کا مغز اور روح ہے، جس طرح اللہ کے سوا

کسی دوسرے کی عبادت جائز نہیں اسی طرح کسی دوسرے سے دعاء مانگنا، مرادیں مانگنا، منتیں مانگنا جائز نہیں، عبادت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اور اللہ کے حقوق میں شامل ہے، جو اللہ کے حقوق میں شرک کرے اس کا ایمان صحیح نہیں، جس کا ایمان صحیح نہ ہو اس کی کوئی عبادت واطاعت قبول نہیں ہوتی، اللہ کی بارگاہ میں مردود کردی جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہر ایمان والے کو سورۃ الفاتحہ کی آیت اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کے ذریعہ یہ اقرار کرنے کو لازم کیا ہے کہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں، یہ اقرار کرنے کے بعد مخلوقات سے دعاء مانگنے سے بندہ کا اقرار جھوٹا ہوجاتا ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری دعاء قبول کی جاتی ہے جب تک تم جلدی نہ کرو، یعنی یوں نہ کہو کہ میں نے تو دعاء کی تھی اب تک قبول ہی نہیں ہوئی۔ (مسند احمد: ۶۹۳۵)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زندوں کا مردوں کے لئے بہترین ہدیہ ان کے لئے بخشش کی دعاء کرنا ہے۔ (بیہقی)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ سے دعاء نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ (ترمذی)

اس لئے دعاء ایک اعلیٰ ترین عبادت ہے اور عبادت کا مستحق صرف اللہ ہی ہے۔

دنیا امتحان گاہ ہونے کی وجہ سے بندوں پر مختلف حالات آئیں گے

اللہ تعالیٰ دنیا کو انسانوں اور جنات کے لئے امتحان وآزمائش کی جگہ بنایا ہے، جس کی وجہ سے ان پر امتحان کی خاطر مختلف قسم کے حالات آتے رہیں گے، کبھی وہ دولت مند رہیں گے، کبھی دولت سے محروم' مفلس ونادار اور غریب رہیں گے، کبھی کامیاب تو کبھی ناکام، کبھی نفع کمائیں گے تو کبھی نقصان سے دوچار ہوں گے، کبھی بیمار رہیں گے تو کبھی صحت مند، کبھی والدین، شوہر، بیوی اور اولاد سے محروم رہیں گے، موت سے گذرنا ہوگا، کبھی ظالم شوہر یا نافرمان بیوی ملے گی، ایمان قبول کرنے پر تکالیف آئیں گی، کبھی فسادات کے ذریعہ ایمان والوں کی جان' مال اور عزت وآبرو کو لوٹا جائے گا، انسان دنیا

کی زندگی میں اللہ کی نافرمانی اور گناہ پر معافی کا طلب گار بھی ہوگا، باطل کے مقابلے حق کو پہچاننے اور ہدایت کامحتاج رہے گا، غرض زندگی کے ہر شعبہ میں اُسے مدد، رہنمائی اور ہدایت کی ضرورت ہوگی۔

ان تمام حالات میں انسان کوایک مضبوط اور پختہ سہارے کی ضرورت ہوتی ہے، اس کوایک حقیقی مالک اور مددگار، ضرورتوں کو پورا کرنے والے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے، تاکہ وہ اپنی ہرضرورت وحاجت میں اسی مالک سے رجوع ہوکر مدد مانگتا رہے، ہرجگہ فقیر کی طرح ذلت کے ساتھ ہاتھ پھیلاتا نہ پھرنا پڑے، اورعزت دار طریقے سے اپنے مالکِ حقیقی کومدد کرنے، ضرورتوں کو پورا کرنے اور غلطیوں کومعاف کرنے والا سمجھے تاکہ وہ ناامیدی کی زندگی نہ گذارے، نہ اپنے آپ کو بے سہارااور بے یارومددگار سمجھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا صفتی نام المجیب نازل کر کے بندوں کی رہبری فرمائی

اللہ تعالیٰ مخلوقات کا رب ہونے کے ناطے بندوں کی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اپنی صفت المجیب کو دنیا میں نازل کیا اور اپنی صفت المجیب سے اپنا تعارف اور پہچان کرواکر انہیں اپنے مالک حقیقی ہونے کی تعلیم دے کر ان کی دعاؤں کو سننے، مدد کرنے، ضرورتوں کو پورا کرنے والا بتلایا۔

اس نے اپنے بندوں کو گمراہی وغفلت سے بچانے کے لئے تعلیم دی کہ وہ الحی والقیوم ہے، اس کو نینداور اونگ کبھی نہیں آتی، وہ کبھی اپنی مخلوق سے غافل نہیں رہتا، دن رات اپنے بندوں کی دعاؤں کو سننے کے لئے تیار رہتا ہے، اوران کی ہرضرورت کووہ اکیلا پورا کرتا ہے۔

دنیا دارالاسباب ہونے کی وجہ سے انسان دھوکہ کھاتا ہے

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دار الاسباب بنا کر اسباب کے ذریعہ مخلوقات کی ضرورتیں پوری کررہاہے، انسان اسباب کے درمیان میں رہ کر اسباب سے ضرورتیں پوری ہوتا ہوا دیکھ کر دھوکہ کھاتا ہے، چنانچہ ایمان والوں کو یہ تعلیم دی گئی کہ اسباب میں ضرورتوں کو پورا کرنے کی طاقت نہیں، اسباب اللہ کی مرضی کے بغیر نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا

سکتے ہیں، وہ سب اللہ ہی کے حکم سے انسانوں کی مدد کرتے ہیں۔

ایسی صورت میں انسان کو اللہ کی صفت المجیب سے صحیح معرفت اور پہچان نہ ملے تو وہ اللہ کو مانتے ہوئے اسباب پر نگاہ جمالیتا ہے اور اسباب ہی سے ضرورتیں پوری ہونے کا تصور قائم کرلیتا ہے اور ہر ضرورت پر اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کہتے ہوئے اسباب سے رجوع ہوکر مدد مانگتا اور اسباب کو نفع و نقصان دینے والا سمجھتا ہے، آج مسلمانوں کو اللہ کی صفت المجیب کا تعارف نہ ہونے کی وجہ سے وہ زبان سے ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر مخلوقات سے دعائیں مانگتے ہیں، اور اللہ کی صفت المجیب کی پہچان نہ ہونے کی وجہ سے اللہ کو چھوڑ کر اللہ سے رجوع ہونے کے بجائے مخلوقات سے اولاد، تندرستی، حیات، نفع و نقصان، کامیابی ملنے، شفاء ملنے، دافع البلیات، مشکل کشا، حاجت روا سمجھتے ہیں، ان ہی سے دعائیں، منتیں، مرادیں مانگتے ہیں اور گذرے ہوئے بزرگوں کی قبروں پر جھنڈوں، علموں، چھلوں سے رجوع ہوتے ہیں، وہاں اللہ کے حقوق سجدے اور طواف بھی کرتے ہیں، اور منتیں مانگ کر قربانی دیتے ہیں، چڑھاوے چڑھاتے ہیں، ان کے نام کی نیاز کر کے کھانے کھلاتے ہیں، منت کے بال نکالتے ہیں، پھر نماز میں بے شعوری کے ساتھ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کا بھی اقرار کرتے ہیں، یا علی المدد، یا غوث الاعظم دستگیر المدد، یا حسین المدد، یا خواجہ المدد، یا پیرانِ پیر المدد، یا رسول اللہ المدد کے نعرے لگاتے ہیں۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا، تو تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا، میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔

اخیر وقت میں آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! میرے بعد میری قبر کوئی بت نہ بن جائے۔

یہ حالت ان مسلمانوں کی بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت المجیب کی معرفت اور پہچان نہیں رکھتے، ایمان صحیح نہیں رکھتے، توحید اور شرک کا ملا جلا عقیدہ رکھتے ہیں۔

قرآن کریم نے مخلوق کو پکارنے اور ان سے دعائیں مانگنے کو سب سے بدترین

گمراہی قرار دیا، یہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں شرک ہے۔

سورۃ الاحقاف، آیت:۵ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''آخر اس شخص سے زیادہ بہکا ہوا انسان اور کون ہوسکتا ہے جو اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارے جو قیامت تک اس کی دعاء قبول نہیں کرسکتے اور ان کی دعاء سے بالکل بے خبر ہیں۔''

اس لئے کسی گذرے ہوئے ولی' بزرگ سے دعاء کرنا، مدد مانگنا، شرک فی العبادت ہے، اللہ تعالیٰ کی صفت المجیب کو نہ ماننا ہے اور انکار کرنا ہے۔ ہر مسلمان کا ایمان ویقین اتنا پختہ اور مضبوط ہو کہ اللہ کے سوا کسی کو مدد کرنے والا، کسی کو مشکل کشا، کسی کو حاجت روا نہ سمجھے، اور اللہ کے سوا کسی کو حاضر وناظر نہ مانے، نہ کسی مرحوم بزرگ، ولی، پیر، مرشد اور پیغمبر کو کسی کی معمولی ضرورت بھی پوری کرنے والا سمجھے نہ انہیں غیب سے مدد کرنے والا سمجھے۔

اللہ تعالیٰ نے معبودانِ باطل کی محتاجی کو قرآن میں سمجھایا

سورۂ حج آیت نمبر ۷۳ و ۷۴ میں ارشاد الٰہی ہے: ''لوگو! ایک مثال دی جاتی ہے غور سے سنو اللہ کو چھوڑ کر جن معبودوں کو تم پکارتے ہو وہ سب مل کر ایک مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں تو نہیں پیدا کرسکتے بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ اُسے چھڑا بھی نہیں سکتے، مدد چاہنے والے بھی کمزور اور جن سے مدد چاہی جاتی ہے وہ بھی کمزور، ان لوگوں نے اللہ کی قدر نہ پہچانی جیسا کہ اس کے پہچاننے کا حق ہے، حقیقت یہ ہے کہ قوت اور عزت والا تو اللہ ہی ہے۔''

سورۂ فاطر آیت نمبر ۱۳ و ۱۴ میں ارشادِ الٰہی ہے: ''اللہ کو چھوڑ کر جنہیں تم پکارتے ہو وہ ایک پرکاہ (تنکا) کے بھی مالک نہیں، اگر انہیں پکارو تو وہ تمہاری دعائیں سن نہیں سکتے اور اگر سن لیں تو ان کا کوئی جواب نہیں دے سکتے، اور قیامت کے روز وہ تمہارے شرک کا انکار کردیں گے، حقیقت حال کی ایسی صحیح خبر تمہیں ایک خبردار کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔''

سورۃ النحل: ''اور وہ دوسری ہستیاں جنہیں اللہ کو چھوڑ کر لوگ پکارتے ہیں وہ کسی چیز کے بھی خالق نہیں ہیں بلکہ خود مخلوق ہیں مردہ ہیں نہ کہ زندہ، اور ان کو کچھ معلوم نہیں ہے کہ

انہیں کب دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔''

سورۃ النمل آیت نمبر ۶۱ میں ارشادِ الٰہی ہے: ''کون ہے جو بے قرار کی دعاء سنتا ہے جبکہ وہ اُسے پکارے اور کون اس کی تکلیف رفع کرتا ہے کون ہے جو تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت اور عبرت حاصل کرتے ہو۔''

سورۃ الرعد آیت نمبر ۱۴ میں ارشاد ہے: ''صرف اللہ ہی کو پکارنا برحق ہے، اللہ کے سوا جن ہستیوں سے یہ مشرک دعاء مانگتے ہیں وہ ان کی دعاؤں کا کوئی جواب نہیں دے سکتے، ان سے دعاء مانگنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے تاکہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے، حالانکہ پانی اس تک پہنچنے والا نہیں ہے کافروں کی دعائیں بیکار اور عبث شئے کے سوا کچھ بھی نہیں۔''

صفت المجیب کا ادراک نہ ہونے سے خدا کو بھی انسانی بادشاہ جیسا سمجھا گیا

دنیا کی اس زندگی میں جو انسان وحی کی تعلیمات سے دور رہتا ہے ان کی گمراہی کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ کائنات کے شہنشاہ کو انسانی بادشاہوں پر قیاس کرتے ہیں، اور اپنے وہم وگمان سے بغیر کسی سند کے یہ تصور قائم کر لیتے ہیں کہ جس طرح دنیا کا انسانی بادشاہ جلال اور رعب و دبدبہ والا ہوتا ہے، اس سے کہیں زیادہ کائنات کا مالک ہوگا، اور جس طرح عام انسانی بادشاہ رعایا سے دور الگ محلات میں سخت پہرے میں رہتا ہے اور عام رعایا اس تک بغیر کسی واسطے کے نہیں مل سکتی اور نہ اپنی حاجت وضرورت اور مدد اس کے سامنے پیش کر سکتی ہے، اسی طرح کائنات کے مالک کے پاس بھی ہم اپنی حاجت اور ضرورت کو اس کے خاص مقرب پسندیدہ بندوں اور درباریوں کے بغیر جا نہیں سکتے اور ہماری درخواست بغیر کسی درمیانی واسطے کے پیش نہیں کی جا سکتی۔

چنانچہ انسانوں کی کثیر تعداد اللہ کی صفت المجیب سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے اللہ کو بھی انسانی بادشاہوں کی طرح سمجھا اور اپنے ذہن اور گمان یا گمراہ پیشواؤں کی غلط تعلیمات سے دیوی دیوتاؤں، جنات، فرشتوں اور گذرے ہوئے نیک بزرگوں اور ولیوں

کے سہارے تلاش کر کے بغیر کسی وسیلہ کے اللہ سے رجوع ہونے کے بجائے ان کے ذریعہ اپنی حاجتوں کو پیش کرنے کا عقیدہ بنالیا، ان کے بغیر خدا تک ہماری رسائی ناممکن ہے، تصور کرنے لگے، ان کے پیشوا اس کو سمجھانے کے لئے انسانی بادشاہوں کی مثال ان کو دیتے ہیں، اس طرح انسانوں کی بڑی تعداد واسطے اور وسیلوں کا سہارا لے کر شرک میں گرفتار ہوگئی اور ان کو خوش رکھنے کے لئے ان کی عبادت کرتی ہے اور ان پر چڑھاوے چڑھاتی ہیں۔

وہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ دنیا کا بادشاہ اپنے وزیروں' درباریوں' خادموں' پولیس اور فوج کا محتاج ہوتا ہے، وہ اپنے کمرے سے باہر دیوار کے پیچھے کا حال تک نہیں جانتا، دور کی آواز سن نہیں سکتا، اندھیرے میں دیکھ نہیں سکتا، اللہ تعالیٰ میں اور دنیا کے بادشاہ میں کوئی برابری اور مثال ہی نہیں، لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْئٌ کہ اس کے جیسا کوئی نہیں۔ وہ بغیر فرشتوں کے' بغیر کسی آلے اور بغیر ریڈیو اور ٹی وی کے اور بغیر کسی درمیانی واسطے کے ہر مخلوق کے حال سے ایک ہی وقت اور ایک ہی لمحہ میں سب کچھ سنتا اور جانتا ہے، جبکہ انسانی بادشاہ ایک ہی وقت میں دس انسانوں کی درخواستیں بھی نہیں سن سکتا، اللہ تعالیٰ نہ صرف دیوار کے پیچھے کیا ہورہا ہے دیکھتا ہے یا اندھیرے میں کیا ہورہا ہے یا کسی کے دل میں کیا منصوبہ اور خیالات پیدا ہورہے ہیں سب کچھ خبر رکھتا ہے، دور اور نزدیک، ماضی' حال اور مستقبل اس کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں، جبکہ انسانی بادشاہ اپنے خاص وزیر کے دل میں کیا بغاوت جنم لے رہی ہے نہیں جانتا، اس کے خود کے کھانے پینے میں کیا ملایا گیا ہے نہیں جانتا، وہ خود اپنا بچاؤ اور حفاظت بغیر حفاظتی دستے کے نہیں کرسکتا، بغیر سکیوریٹی کے محل سے باہر نہیں نکل سکتا۔

اللہ ذات کے اعتبار سے نظر نہ آنے کی وجہ سے صفت المجیب کا ادراک نہیں

انسانوں کی گمراہی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ دنیا کا بادشاہ رعایا کے درمیان ان سے قریب نہیں رہتا، وہ عام آدمی سے تعلق نہیں رکھتا، ہمیشہ اس کی سکیوریٹی عوام کو اس کے قریب آنے نہیں دیتی، وہ عوام کو بہت کم نظر آتا ہے تو عوام اس سے قطعی مل نہیں سکتی، اس تک درخواست پیش کرنے عوام کے لئے صرف ایک ہی راستہ ہوتا ہے کہ وہ درمیانی واسطے

اور وسیلے ہی سے اس تک اپنی بات پہنچا سکتے ہیں۔

دنیا امتحان کی جگہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے کسی کو نظر نہیں آتا، اور وہ سلطنتِ کائنات کے انتظامات ساتوں آسمانوں سے اوپر مستویٔ عرش ہو کر کرتا ہے، اس لئے انسان نے یہ تصور قائم کر لیا کہ جب وہ نظر نہیں آتا تو اس کو کیسے پکاریں، کیسے اس تک اپنی حاجت پیش کریں، یہ ہمارے بس کی بات نہیں اور نہ ہماری حاجت و ضرورت اور درخواست پر کوئی تسلی بخش جواب اس کے راضی یا ناراض ہونے کا مل سکتا ہے، اس لئے انسانوں نے اپنے ذہن وگمان سے درمیانی واسطے اور وسیلے ایجاد کر لئے تاکہ ان کی دعائیں اللہ تک پہنچیں اور ان درمیانی واسطوں کی سفارش سے ہی ان کو جواب کی شکل میں ضرورت پوری ہونے کی شکلیں نظر آئیں۔

اللہ تعالیٰ انسانی بادشاہ کی طرح بندوں سے دور نہیں

اللہ تعالیٰ بیشک امتحان کی خاطر اپنے بندوں کو ذات کے اعتبار سے نظر نہیں آتا مگر اس نے المجیب ہونے کے ناطے بندوں کو قرآن مجید کے ذریعہ یہ تعلیم دی: وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَإِنِّیْ قَرِیْبٌ أُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ. (البقرہ:۱۸۶) میرے بندے جب میرے بارے میں دریافت کریں تو انہیں تعلیم دو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں، پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ. (ق:١٦) ہم شہہ رگ سے بھی زیادہ بندوں کے قریب ہیں۔

اس لئے مستوی عرش ہونے کے باوجود وہ کہیں دور غائب نہیں رہتا، وہ اکیلا ہر جگہ حاضر و ناظر رہتا ہے، وہ حیّ وقیوم بھی ہے، وہ شہید، سمیع، بصیر اور علیم وخبیر بھی ہے، وہ عرش سے فرش تک دیکھ سکتا ہے، اس کی صفات لامحدود ہیں، سمندروں کے اندھیرے میں کالی چیونٹی کو کالے پتھر پر چلتے ہوئے دیکھتا اور اس کے پیروں کی آواز کو سنتا ہے، اس کا علم اور قدرت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، کوئی چیز اس کی قدرت اور علم سے باہر نہیں۔

قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ. (البقرہ:۱۸۶) مجھ ہی سے دعاء مانگو اور مجھ ہی پر ایمان لاؤ۔

غارِ ثور میں جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خطرہ ظاہر کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! ان دو آدمیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے؟ کیا وہ انہیں بے سہارا چھوڑ دے گا؟ (مسلم)

اللہ تعالیٰ کی معرفت نہ ہونے کی وجہ سے المجیب کا تصور نہیں

انسانوں کی گمراہی کی ایک وجہ یہ ہوئی کہ دنیا امتحان کی جگہ ہونے کی وجہ سے اللہ ذات کے اعتبار سے نظر نہیں آتا، اور وہ سلطنتِ کائنات کے انتظامات ساتوں آسمانوں سے اوپر مستویٔ عرش ہو کر کرتا ہے، اس لئے انسان یہ گمان اور تصور پیدا کرلیا کہ اس کو پکارنے اور درخواست پیش کرنا ہمارے بس کی بات نہیں، اور نہ ان کی درخواست پر کوئی انہیں تسلی اور جواب نہیں مل سکتا، اس لئے اس تک پہنچنے اور اس سے قریب ہونے کے لئے واسطے اور وسیلے ایجاد کرلئے تا کہ ان کی دعائیں اللہ تک پہنچیں اور ان کو درمیانی واسطوں سے سفارش کے ذریعہ جواب اور ضرورت پوری ہوتی ہوئی شکل نظر آئے، چنانچہ وہ مختلف دیوی دیوتاؤں اور بزرگوں کے ذریعہ خدا تک پہنچانے کا تصور رکھ کر ان کی پوجا اور پرستش کرتے ہیں، انہیں خوش رکھنے کے لئے ان کے مقامات اور مجسموں پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں، تا کہ ان کے ذریعہ ہم خدا تک پہنچ جائیں۔

وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوْ مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (یونس: ۶۱)

ترجمہ: تم جس حال میں بھی رہو اور قرآن میں سے کہیں سے بھی تلاوت کرو اور دوسرے کاموں میں سے کوئی کام شروع کرو ہر حال میں ہم تم پر موجود ہوتے ہیں اور تمہارا مشاہدہ کرتے ہیں، اور تمہارے رب سے ذرّہ برابر وزن کی بھی کوئی چیز چھپ نہیں سکتی، چاہے وہ زمین میں ہو

کہ آسمان میں، بلکہ ذرّہ سے بھی چھوٹی ہو یا بڑی مگر سب کھلی ہوئی کتاب میں درج کردیا ہے۔

المجیب کی پہچان نہ ہونے کی وجہ سے پیشواؤں کو سفارش کرنے والا سمجھتے ہیں

اکثر لوگ یہ تصور کرتے ہیں کہ ہم گنہگار ہیں، اللہ کے نافرمان ہیں، اس لئے ہم دعاء کریں گے تو دعائیں قبول نہیں ہوں گی، لہٰذا کسی مذہبی پیشوا سے سفارش کروائی جائے، اس طرح تصور کرکے وہ اپنے مذہبی پیشوا کو ہفتہ پندرہ دن میں ایک مرتبہ سارے گناہ سناتے ہیں اور اپنی ضرورتوں کو اس کے سامنے رکھتے ہیں، اور ان سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اللہ سے گناہ معاف کروادیں اور ہمارے مسائل حل کروادیں، مذہبی پیشوا ان سے کچھ پیسے جرمانے کے طور پر لے کر اپنی ریاضت اور عبادات کے ذریعہ اللہ کو راضی کروانے اور گناہ معاف کروانے کا یقین دلاتے ہیں، اور اپنی سفارش سے مسائل حل کروانے کا یقین دلاتے ہیں۔

بعض لوگ اپنے کو گنہگار سمجھ کر کسی گذرے ہوئے ولی کی قبر پر جا کر ان کے وسیلے سے گناہ معاف کروانے کی درخواست کرتے ہیں یا ان کی قبر پر ایک کاغذ پر اپنی ضرورتوں کو لکھ کر لٹکاتے ہیں، گویا وہ زندہ بزرگوں کو چھوڑ کر گذرے ہوئے لوگوں سے رجوع ہوتے ہیں اور یہ تصور کرتے ہیں کہ خدا اپنے مقرب بندوں کی سفارش رد نہیں کرتا، قبول کرنے پر مجبور ہوتا ہے، لہٰذا وہ اپنی ضرورتوں کو راست خدا کے سامنے پیش کرنے کے بجائے بزرگوں اور ولیوں کی قبروں پر سناتے ہیں تا کہ یہ بزرگ سفارش سے اللہ کو راضی کر کے ان کی مدد کریں۔

بعض مذہبی پیشوا اپنے عقیدت مندوں کو گناہ سے معافی دلانے کے لئے ان کو خاص پانی میں غوطہ دیتے ہیں یا خاص ندی میں نہانے اور سر کے بال نکالنے کو کہتے ہیں، یا بتوں کے لئے سونا چاندی کا تحفہ یا جانور کی بلی دینے کو کہتے ہیں تا کہ گناہ معاف ہو جائیں اور حاجت پوری ہو، یا گناہوں کو ترک کئے بغیر خاص قسم کے کلمات کا ورد کرتے رہنے کی تاکید کرتے ہیں۔

مسلمانوں میں جولوگ بدعات وخرافات کے عادی ہوتے ہیں شیطان ان کوان کے اعمال پر نیکی کا احساس دلاتا ہےاورتوبہ کرنے سے دور رکھتا ہے، ان کو گمراہی میں مبتلا کر کے اسلام پر چلنے کا تصور دیتا ہے، وہ بدعات کو گناہ نہیں نیکی تصور کر کے کبھی دعاء ہی نہیں کرتے۔

مخلوقات میں ظاہری اثر دیکھ کر المجیب سے رجوع نہیں ہوتے

انسانوں کی گمراہی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ دنیا کی مختلف مخلوقات سے بظاہر اپنی حاجتیں اور ضرورتیں پوری ہوتا ہوا دیکھ کر اللہ سے رجوع نہیں ہوتے اور برائے نام اللہ کو بڑا مانتے ہیں، وہ اسباب کے بغیر زندگی ناممکن تصور کرتے ہیں، چنانچہ کسی نے دُکان اور تجارت کو اور کسی نے کھیتی باڑی اور باغبانی کو، کسی نے دولت کو، کسی نے تعلیم کو زندگی کے ملنے کا ذریعہ سمجھا اور کسی نے بارش، کسی نے آگ سے زندگی چلتی ہے سمجھا، اور کسی نے جانوروں کو اصل سمجھا اور ان کی خیالی دیوی دیوتا جیسے تعلیم کے لئے سرسوتی، دولت کے لئے لکشمی، بارش کے لئے' موت وحیات اور پیدائش کے لئے الگ الگ، غرض زندگی کے مختلف شعبوں کے الگ الگ دیوی دیوتا تصور کر کے ان ہی سے دعائیں مانگتے ہیں، ان ہی کو حاجتوں اور ضرورتوں کو پورا کرنے والا تصور کرتے ہیں۔

جھاڑ پھونک کے رواج کی وجہ سے المجیب سے رجوع نہیں ہوتے

انسانوں کی گمراہی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جھاڑ پھونک' تعویذ گنڈے اور جادو کے ذریعہ یا عامل شیطان کی مدد سے عملیات کر کے کچھ چمتکار دکھاتے ہیں، کمزور ایمان والے اللہ سے رجوع ہو کر دعاء مانگنے کے بجائے ان لوگوں پر اعتماد کر لیتے ہیں اور انہی کے چکر لگاتے رہتے ہیں، جنات وشیاطین سے مدد مانگتے ہیں، جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈوں پر بھرپور بھروسہ کر کے اللہ سے دعاء نہیں مانگتے۔

کسی انسان کو اقتدار واختیارات ملے تو لوگ انہی سے رجوع ہوتے ہیں

اگر کسی انسان کو عہدہ' کرسی اور اقتدار ملے یا وہ مالدار ہو یا وہ ڈاکٹر ہو تو اکثر انسان ان سے امیدیں باندھ کر ان کے غلام بنے رہتے ہیں اور ان سے آس لگائے رکھتے ہیں۔

اللہ نے انسانوں کو یہ تعلیم دی کہ تمہارا خدا زندہ خدا ہے

اللہ تعالیٰ نے یہ تعلیم دی کہ اگر اللہ دنیا میں نظر نہیں آتا اور ساتوں آسمانوں سے اوپر عرش پر مستوی ہے تو انسان یہ خیال نہ کرے کہ وہ اپنی مخلوقات سے دور اور غافل ہے؛ بلکہ وہ حی و قیوم ہے، اسے نیند اور اونگ تک نہیں آتی، وہ زندہ خدا ہے اور بندوں کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، بندہ چاہے رات میں پکارے یا دن میں پکارے یا دل ہی دل میں پکارے' وہ ہر حال میں ہر اعتبار سے ہر چیز سنتا ہے اور پوری خبر رکھتا ہے، اسے اس منڈ فقیر کی طرح پکارو جسے یہ احساس رہتا ہے کہ سوائے میرے مالک کے کوئی دوسرا مجھے نہیں دے سکتا اور نہ اس کے سوا میری کوئی مدد کر سکتا ہے، وہ المجیب ہے، تم بغیر کسی واسطے اور وسیلے کے براہ راست اس کو پکارو، وہ اگرچہ کہ بہت عظیم اور بلند و بالاتر ہے، اس کے باوجود ہر بندہ سے قریب تر ہے، وہ براہ راست اپنے بندوں کی دعائیں سنتا ہے، ایک ہی وقت' ایک ہی لمحہ میں ساری مخلوقات کی ساری صدائیں سنتا ہے، دنیا کے انسانی بادشاہوں کی طرح نہ تھکتا ہے' نہ نیند لیتا ہے نہ اونگھ' نہ باری باری مختلف اوقات میں سنتا ہے، نہ غریب اور امیر کا فرق کر کے سنتا ہے، وہ ایک ہی لمحہ میں تخلیق بھی کرتا ہے، پرورش بھی کرتا ہے، پیدا بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے، ہدایت بھی دیتا ہے، توبہ بھی قبول کرتا ہے، مدد بھی کرتا ہے، رحم بھی کرتا ہے اور اپنی تمام مخلوقات کو مختلف انداز اور طریقوں سے جواب بھی دیتا ہے، اس کا دربار ہر مخلوق کے لئے ہر گھڑی کھلا رہتا ہے، اس کا علم اور اس کی قدرت ہر مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے، اس کو اپنی مخلوقات کی پکار سننے اور مدد کرنے کے لئے کسی درمیانی واسطے کی ضرورت ہی نہیں، وہ تو ہر ایک کے دل میں آنے والے خیالات کو براہ راست جانتا ہے، اس لئے اس کو اپنے سے دور مت سمجھو۔

حضرت آدمؑ کو سب سے پہلے دعاء مانگنے کی تعلیم دی گئی

جب جنت میں حضرت آدم علیہ السلام اور حوّاؑ سے لغزش ہوئی اور تقدیر کے فیصلے کے تحت جب وہ زمین پر اتار دئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو سب سے پہلے جو عبادت

سکھائی وہ دعاء کی شکل ہی میں تھی، اوران کے ذریعہ اولادِ آدم کو غلطی و نافرمانی اور گناہ ہونے پر اپنی صفت المجیب کا تعارف کرواکر اللہ ہی سے رجوع ہونے اور دعاء مانگنے کی تعلیم دی گئی، مگر عیسائی لوگ اللہ کی اس تعلیم کے خلاف حضرت عیسیٰؑ کو سولی پر چڑھا کر انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ادا ہو جانے کا تصور کیا اور گمراہی میں مبتلا ہو گئے، یہودیوں نے توبہ کو اہمیت نہ دے کر بزرگوں کی سفارش سے معافی ملنے کا عقیدہ رکھ لیا، یہ سب شیطان کی سکھائی ہوئی گمراہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے دعاء کو مومن کا ہتھیار بتلایا ہے

جب انسان اس دنیا میں امتحان کے لئے بھیجا گیا تو اس کو شیطان سے گناہوں سے اور گمراہی سے بچنے اور مختلف کاموں میں اپنی ضرورتوں کے پورا ہونے کے لئے اللہ کی مدد و نصرت چاہیئے، اللہ ہی انسان کا اکیلا سہارا ہے، اسی سے مدد طلب کر کے وہ اس دنیا کے امتحان میں کامیاب ہوسکتا ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ایمان والے بندوں کو ہر کام میں دعاء سکھائی گئی اور سمجھایا گیا کہ دعاء مومن کا ہتھیار ہے، دعاء کے ذریعہ بندہ اپنے مالک سے ربط پیدا کرسکتا ہے، اس کو مدد کے لئے پکار سکتا ہے۔

اگر انسان دنیا کی امتحان گاہ میں رہ کر اللہ سے دعاء نہ مانگے اور بغیر دعاء کے زندگی کے کام کرتا رہے تو شیطان اس پر حاوی ہو جاتا ہے اور اللہ کی بغاوت کرواتا اور گناہوں کی ترغیب دلاتا ہے، وہ اللہ سے دور رہ کر شیطان سے جُڑ جاتا ہے، بغیر دعاء کے زندگی گذارنے کی مثال اس فوجی کی طرح ہے جو زبردست دشمن اور گناہوں کے ماحول میں' زبردست ہتھیاروں اور گھمسان کی جنگ میں بغیر ہتھیار کے شریک ہو گیا، دعاء مومن کا ہتھیار ہونے کی وجہ سے دعاء مانگنے کے لئے نماز کی طرح کوئی وقت اور جگہ مقرر نہیں ہے، بلکہ مومن اس ہتھیار کو ہر لمحہ ہر گھڑی اور سوائے بیت الخلاء و شراب خانے کے ہر جگہ مانگ سکتا ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ بنی اسرائیل کے تین آدمیوں نے بارش سے بچنے کے

لئے ایک غار میں پناہ لی، ہواؤں کی وجہ سے غار کا منہ پتھر کی چٹان سے بند ہو گیا، تینوں نے الگ الگ اپنے اپنے نیک اعمال کا واسطہ دے کر اللہ سے دعاء مانگی، وہ پتھر ہر ایک کی دعاء کے بعد آہستہ آہستہ ہٹتا گیا اور وہ غار سے نکل گئے۔

کوئی دعاء رد نہیں ہوتی' اللہ تعالیٰ اُسے ذخیرۂ آخرت بناتا ہے

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مومن بندہ کوئی دعاء کرتا ہے جس میں کوئی گناہ کی بات نہ ہو اور نہ قطع رحمی ہو' تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ضرور عطا ہوتی ہے، یا تو جو اس نے مانگا ہے وہی اس کو فوراً عطا کر دیا جاتا ہے، یا اس کی دعاء کو آخرت میں اس کا ذخیرہ بنا دیا جاتا ہے یا آنے والی کوئی مصیبت اور تکلیف روک دی جاتی ہے، صحابہؓ نے عرض کیا: جب یہ بات ہے کہ ہر دعاء ضرور قبول ہوتی ہے اور اس کے حساب میں کچھ نہ کچھ ضرور ملتا ہے تو ہم بہت زیادہ دعائیں کریں گے، حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ کے خزانے بہت زیادہ ہیں۔ (رواہ احمد)

اس لئے دعاء کے قبول ہونے کے حالات نظر نہ آئیں تو کبھی بھی ناامید نہیں ہونا چاہئے بلکہ یہ تصور رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ دعاء کے برابر اس کا نعم البدل کے طور پر مصیبت اور تکالیف دور کر دیتا ہے، یا آخرت میں اس دعاء پر اللہ تعالیٰ نعمتیں عطا فرمائے گا۔

حاکم کی روایت میں ہے، حضرت جابرؓ کی ایک حدیث ہے جس میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جب اس بندے کو جس نے دنیا میں بہت سی ایسی دعائیں کی ہوں گی جو دنیا میں قبول نہیں ہوئی ہوں گی ان دعاؤں کے بدلے آخرت میں جب نعمتیں عطا کی جائیں گی تو بندہ حسرت کرتے ہوئے یوں کہے گا کہ کاش! میری کوئی بھی دعاء دنیا میں قبول نہ ہوئی ہوتی، اور ہر دعاء کا پھل مجھے آخرت میں ملتا۔ (کنز العمال: ۲/۲۷)

اکثر لوگ جب دعاء کرتے ہیں تو یہ امید و آرزو رکھتے ہیں کہ انہیں وہ چیز فوراً مل جائے، اگر نہ ملے تو سمجھتے ہیں کہ دعاء قبول نہیں ہوئی، یہ انسان کی کم علمی کا نتیجہ ہے، اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کے ذریعہ جب یہ تعلیم دی ہے کہ دعاء کرنے کے بعد اگر دنیا میں

اس کا جواب نہ ملے تو آخرت میں اجر ملنے کی امید رکھو۔

اس لئے بندہ جب اللہ سے دعاء کرتا ہے تو جو چیز اس کے فائدہ کے لئے ہوتی ہے تقدیر کے لکھے کے مطابق قبول کرتا ہے، اور تقدیر کے مطابق جو چیز نقصان دہ ہوتی ہے اس کا نعم البدل دے دیتا ہے، اور جو دعاء دنیا میں بظاہر قبول نہیں کرتا وہ آخرت میں اس پر اپنی نعمتیں عطا کرتا ہے، اس لئے کہ وہ بحیثیت خالق و مالک ہونے کے کونسی چیز کب اور کہاں دینا ہے جانتا ہے، اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کونسی چیز بندہ کو فائدہ یا نقصان پہنچانے والی ہے۔

گنہگار لوگ اپنی دعاء قبول نہ ہونے کا احساس رکھ کر دعاء ہی نہیں کرتے

اکثر لوگ غیر ایمان والوں کی طرح یہ غلط گمان پیدا کر لیتے ہیں کہ دعاء صرف نیک لوگوں ہی کی قبول ہوتی ہے، گنہگار کی قبول نہیں ہوتی، چنانچہ بہت سے لوگ مصیبت' پریشانی' تکالیف' شوہر کے ظلم یا سسرال والوں کے ظلم وزیادتی، یا معاشی پریشانی' قرض وغیرہ سے تنگ آ کر خودکشی کر لیتے ہیں، اللہ سے رجوع ہو کر دعاؤں کا سہارا نہیں لیتے، گناہ کر کے ناامید رہتے ہیں، یا تکلیف سے بچنے کے لئے چوری' دھوکہ' رشوت' جوڑے کی رقمیں اور سود جیسے گناہوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں جبکہ اللہ نے جوتے کا تسمہ اور نمک کی ڈلی کی ضرورت پر بھی اسی سے دعاء مانگنے کی تعلیم دی۔

اگر کوئی مالک اپنے نوکر اور غلاموں کو یہ لکھ کر دے کہ وہ ان کی ہر مصیبت اور پریشانی و غلطی کو معاف کرنے کے لئے تیار ہے، پھر بھی وہ نوکر اور غلام' مالک کو چھوڑ کر مالک کے منشی، مالک کے نوکروں اور جانوروں کتا، بلی، گھوڑا، گدھا وغیرہ سے سجدے کر کے ان کے پیروں میں گر کر اپنی حاجتیں اور ضرورتیں مانگے، اور مالک کے دوستوں سے سفارش کرنے کو کہے یا آگ لگا کر زہر پی کر خودکشی کر لے تو مالک اپنے ان نوکروں اور غلاموں کو بیوقوف اور احمق کہے گا۔

اسی طرح اللہ نے قرآن مجید کے ذریعہ اور پیغمبر کے ذریعہ اپنے بندوں کو یہ لکھ کر

اعلان کردیا کہ وہ المجیب ہے، وہ ہر بندہ کی دعاء سنے گا اور رب ہونے کے ناطے اس کی ہر ضرورت پوری کرے گا، پھر اس نے انسان کو یہاں تک مہلت دی کہ حالتِ سکرات شروع ہونے سے قبل تک وہ اپنے بندوں کی سچی توبہ قبول کرنے کے لئے توبہ کے دروازے کھلے رکھتا ہے، اس لئے بندہ صرف اسی کو المجیب مان کر دعاؤں کا اہتمام کرے، وہ بندے کی دعاء مانگنے سے ناراض نہیں ہوتا بلکہ جو بندہ اسی سے دعاء مانگتا ہے، اس سے وہ خوش ہوتا ہے، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ تک تعلیم دی کہ اگر بندہ کے گناہ زمین سے آسمان تک بھر جائیں اور اس میں شرک نہ ہو اور وہ توبہ کرے تو وہ انہیں معاف کرسکتا ہے، مگر انسان سورج' چاند' زمین' ہوا' پانی' جانور' درخت جو اس کے لئے نوکر ہیں ان سے دعائیں مانگتا ہے اور اللہ کی تاکید کے باوجود بہت سے لوگ خود دعاء نہیں کرتے' غیروں کی طرح اپنے پیر و مرشد سے دعاء کرواتے ہیں، اور گناہ چھوڑے بغیر مطمئن رہتے ہیں، انسان خود جتنی تڑپ اور دل کی گہرائی سے اپنے لئے دعاء کرسکتا ہے، دوسرے وہ تڑپ کے ساتھ اس کے لئے دعاء نہیں کرسکتے۔

جو حق کو پسند نہیں کرتے' ان کے لئے دعاء قبول نہیں ہوتی

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعاء جوان کے بیٹے کے حق میں تھی قبول نہیں کی، اس لئے کہ وہ باپ پر ایمان لانے اور ان کو اللہ کا پیغمبر ماننے کے لئے تیار نہیں تھا۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء ان کے باپ آزر کے حق میں قبول نہیں ہوئی، اس لئے کہ وہ اللہ کے مقابلے شرک و بت پرستی کو پسند کرتا تھا، اور اپنے مقام و مرتبہ کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھا، بیٹے کی دعوتِ دین قبول کرنے سے انکار کیا، اس کے برعکس اپنے ہی بیٹے کو سنگسار کرنے اور سزا دینے کی دھمکی دی۔

☆ حضرت ابوطالب کے حق میں رسول اللہ ﷺ کی دعاء قبول نہیں ہوئی، اس لئے کہ وہ حق جاننے اور اپنے بھتیجے میں نبوت کی نشانیوں کو جاننے اور پہچاننے کے باوجود' اپنی سرداری پر طعنہ سننے کے لئے تیار نہیں ہوئے اور موت کے موقع پر دعوتِ اسلام

قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

☆ اسی طرح عبداللہ بن اُبی منافق کی مغفرت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء قبول نہیں ہوئی، اس لئے کہ وہ ظاہر میں دھوکہ دے کر ایمان کا اظہار کر رہا تھا، اور دل سے اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں کا دشمن بنا ہوا تھا۔

☆ حضرت عمرؓ اور ابو جہل دونوں کے حق میں رسول اللہ ﷺ نے قبولِ ایمان کی دعاء کی، لیکن ابو جہل کے مقابلے حضرت عمرؓ کے حق میں دعاء قبول ہوئی، اس لئے کہ ابو جہل پیغمبر کے مقابلے اپنے خاندان میں سے کسی کو پیغمبر کے برابر پیش نہ کرنے کے ارادہ سے رسول اللہ ﷺ کو پہچان کر آپ کی مخالفت میں دشمن بنا رہا، اور تا حیات دین کو مٹانے کی کوشش کرتا رہا، حضرت عمرؓ ایمان قبول کرنے سے پہلے اسلام پر نرم ہوتے جا رہے تھے اور پھر اسلام قبول کیا۔

☆ حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں رہ کر اللہ کو ان الفاظ میں پکارا: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ. تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں، تیری ذات پاک ہے، میں بے شک قصوروار ہوں۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاء قبول فرمائی اور انہیں غم سے نجات دی اور کہا کہ مومنوں کو ہم اسی طرح نجات دیتے ہیں، سورۂ انبیاء، سورۂ صٰفّٰت میں ہے کہ اگر یونسؑ ہمیں یاد نہ کرتا تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ہی پڑا رہتا۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ ہر مظلوم کی دعاء قبول کرتا ہے، چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ (قرطبی)

شیطان نے اللہ کو یا رب! کہہ کر پکارا، اس کی بھی بات سن لی گئی، مگر حرام کھانے والے یا رب! یا رب! کہہ کر پکارنے کے باوجود ان کی فریاد نہیں سنی جاتی۔

اللہ انسان کی دعاؤں کا جواب الگ الگ طریقوں سے دیتا ہے

اللہ تعالیٰ المجیب ہونے کے ناتے نہ صرف دعاء قبول کرتا ہے بلکہ قبول کرنے کے بعد ان کا الگ الگ طریقوں سے جواب دیتا ہے، قرآن مجید میں بتلایا گیا کہ......

☆ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے بددعاء کی تو ان کی بددعاء کا جواب اس طرح دیا گیا کہ زمین و آسمان سے پانی کے دہانے کھول دئے گئے، اور پوری قوم کو ڈبو دیا گیا، مگر ان کے بیٹے کے حق میں دعاء قبول نہیں کی گئی اور اس کو بھی غرق کر دیا گیا۔

☆ حضرت یوسفؑ نے عزیزِ مصر اور شاہی خاندان کی دوسری عورتوں کے شر سے بچنے کے لئے جیل میں رہنے کی دعاء کی، اس کے جواب میں وہ سات سال تک جیل میں رہے۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں ڈالے جانے پر اللہ کو حسبنا اللہ و نعم الوکیل کے ذریعہ پکارا، اس کے جواب میں آگ ٹھنڈی کر دی گئی، حتی کہ آگ جلتی رہی اس وقت تک اس قوم کے چولہے کی آگ بھی ٹھنڈی ہو گئی، غذائیں پکانا مشکل ہو گیا۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبۃ اللہ تعمیر کرتے وقت دعاء کی کہ اس علاقے کو امن کا شہر بنادے اور وہاں کے لوگوں کو ہر قسم کی غذائیں اور دنیا بھر کے تمام پھل عطا فرما اور ان ہی میں سے ان کی اصلاح و تربیت اور کتاب و حکمت کی تعلیم کے لئے ایک نبی پیدا فرما، اور ہر سال تیرے بندوں کو اس گھر کی زیارت کی توفیق عطا فرما، اللہ نے اس دعاء کا جواب ڈھائی ہزار سال بعد دیا اور وہ علاقہ امن وسکون والا بن گیا اور وہاں زراعت و بارش نہ ہونے اور چاروں طرف پہاڑی سلسلے ہونے کے باوجود دنیا کے تمام غلّے، اناج، پھل پھلاری اور ترکاریاں وغیرہ سال بھر ملتی رہتی ہیں، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر کی حیثیت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کے جواب میں پیدا ہوئے، اور برسوں سے ہر سال وہاں حج بیت اللہ ہوتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اپنے باپ ابراہیم کی دعاء ہوں، اللہ نے ہاجرہؓ کی تڑپ اور اللہ کو پکارنے اللہ پر بھروسہ کرنے کے جواب میں ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پیروں کے نیچے سے زم زم کا کنواں جاری کیا جو برسوں سے جاری ہے۔

☆ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر جب عذاب کے آثار شروع ہوئے، ان کی قوم کے توبہ کر لینے اور دعاء کرنے کے جواب میں عذاب ہٹا دیا گیا۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعاء کی تو اس کے جواب میں سمندر میں راستہ بنا دیا، اور بغیر جنگ کے فرعون کے پورے لشکر کو ڈوبا دیا، حضرت موسیٰؑ کی دعاؤں کے جواب میں بار بار فرعون کی قوم پر عذابات نازل کرتا اور ہٹاتا گیا اور مہلت دیتا گیا۔

☆ حضرت موسیٰؑ نے قبطی قوم کو بددعاء دی کہ اے اللہ! آپ نے فرعون کی قوم کو دنیا کا ساز وسامان' مال و دولت عطا کیا، اس کی وجہ سے ان کو یہ احساس ہے کہ اللہ ہم سے راضی ہے، دوسرے لوگ ان کی خوشحالی کو دیکھ کر شک میں مبتلا ہوجاتے ہیں، ان کے اموال و اسباب کی صورت بدل دے اور مسخ کردے، اس پر حضرت ہارون علیہ السلام نے آمین کہا، ان دونوں کی بددعاء کا اثر اور جواب کی شکل میں چالیس سال بعد ظاہر ہوا، اور ان کے سونا چاندی' زیورات اور نقد سکے' پھل پھلاری یہاں تک کہ بادام اور انڈے تک پتھر بن گئے۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر کے موقع پر جب صحابہ کرامؓ کے ساتھ مقامِ بدر پر پہنچے تو وہاں مشرکین مکہ پہلے سے اونچے اور سخت مقام پر قبضہ کرچکے تھے، جہاں ان کو پانی کی سہولت بھی تھی، مسلمانوں کو نرم اور ریتیلی زمین ملی جہاں پانی نہیں تھا، رسول اللہ ﷺ نے جب دعاء کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں زبردست بارش سے مشرکین کے مقام کو ناکارہ کردیا اور صحابہؓ کی ریتیلی زمین کو جما دیا، مشرکین کی تعداد' ہتھیار اور اناج زیادہ ہونے اور مسلمانوں کی تعداد اور ہتھیار کم ہونے کے باوجود حضور اکرم ﷺ کی دعاء کا جواب یہ دیا کہ بڑے بڑے سردار قتل کردئے گئے، ابو جہل جو کعبۃ اللہ کا پردہ پکڑ کر دعاء کر کے نکلا تھا کہ جو حق اور سچائی پر ہے اُسے کامیابی دے اور باطل پر پتھروں کی بارش برسا، تو اس کے قتل پر اُسے کنویں میں پھینکنے کے بعد دعاء کا جواب یہ ملا کہ مٹی کے بجائے پتھروں سے کنویں کو بھر دیا گیا۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد قبیلہ عضل اور قبیلہ قارہ کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر جھوٹا بہانہ بنا کر کہا کہ کچھ لوگوں کو قرآن پڑھانے کے لئے ہمارے ساتھ بھیجیں، رسول اللہ ﷺ نے حضرت عاصم بن عمر بن

قتادہؓ کے ساتھ جملہ چھ آدمیوں کو ان کے ساتھ بھیجا، ان لوگوں نے راستے میں دھوکہ دے کر ان صحابہؓ کو قتل کر دیا، سب نے مقابلہ کر کے شہادت پائی، حضرت عاصم بن ثابتؓ نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے اللہ سے دعاء مانگی کہ اے اللہ! میں آپ کے دین کی حفاظت کی خاطر نکلا ہوں، آپ میرے بدن کی حفاظت فرمایئے اور میرے گوشت اور ہڈیوں پر کسی کافر کا بس نہ چلنے دیجئے، ان کو پتہ چل گیا تھا کہ کفار ان کے سر کی تلاش میں ہیں، ان کا سر سلافہ کے ہاتھ فروخت کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ سلافہ کا بیٹا جنگ احد میں ان کے ہاتھوں قتل ہوا تھا، سلافہ نے منت مانی تھی کہ میں عاصم کے سر کی کھوپڑی میں شراب پیوں گی، وہ جب شہید ہو گئے تو کفار نے ان کا سر کاٹنا چاہا، لیکن اللہ نے ان کی دعاء کا جواب اس طرح دیا کہ جب مشرک ان کی لاش کے قریب آئے تو دیکھا کہ شہد کی مکھیوں کا ایک غول چاروں طرف سے لپٹا ہوا ہے، یہ لوگ بہت انتظار کئے لیکن سر کاٹ نہ سکے، پھر مجبور ہو کر رات ہونے اور مکھیوں کے چلے جانے کے بعد سر کاٹنے کا منصوبہ بنایا، لیکن اللہ نے دعاء کا ایسے جواب دیا کہ اسی رات ایسی بارش ہوئی کہ نعش پانی میں بہہ گئی اور نعش کا پتہ بھی نہ چل سکا۔

ایمان سے کمزور یا غیر ایمان والے سب سہاروں سے مایوس اور مدد نہ ملنے پر آخر میں اللہ کو پکارتے ہیں، حالانکہ وہ المجیب ہے، اس کو سب سے پہلے پکارنا ایمان ہے۔

☆ جب سمندر میں کشتی طوفان میں یا ہوائی جہاز میں خطرہ پیدا ہو جائے تو ڈوبنے یا گرنے کے حالات پیدا ہو جائیں تو اس وقت مشرک لوگ سارے معبودانِ باطل کو بھول کر خالص اللہ کو پکارتے ہیں، جب مصیبت دور ہو جاتی ہے تو باطل معبودوں کا شکر ادا کرتے ہیں اور پہلے ہی کی طرح زمین میں شر و فساد کرتے ہیں۔ (دیکھئے سورۂ یونس، آیت:۲۳)

حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل اسلام لانے سے پہلے جب بھاگ کر سمندر میں کشتی میں سوار تھے اور کشتی بھنور میں آنے کا خطرہ پیدا ہو گیا تو ملاح نے سب مسافروں سے کہا کہ اللہ کو پکارو، یہاں صرف اللہ ہی مدد کر سکتا ہے، اللہ کے سوا کسی سے مدد مت مانگو، صرف وہی ہمیں بچا سکتا ہے، ملاح کی اس بات پر وہ سوچنے لگے کہ جب مصیبت میں اللہ ہی بچانے

والا ہے تو پھر خشکی پر بھی اللہ ہی بچا سکتا ہے، محمد بھی یہی دعوت دے رہے ہیں، ان کی سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ محمد کی دعوت صحیح ہے، انہوں نے اللہ سے دعاء کی کہ اگر میں بچ جاؤں گا تو محمد پر ایمان لاؤں گا، وہ بچ گئے اور طوفان سے نکل کر واپس سمندر کے ساحل پر آ گئے اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت حاضر ہو کر ایمان قبول کر لیا۔

☆ ابرہہ جس وقت کعبۃ اللہ کو گرانے آ رہا تھا، مشرکین باوجود بدترین شرک میں مبتلا تھے، ان کے سرداروں نے عبدالمطلب کے ساتھ مل کر بتوں کو چھوڑ کر کعبۃ اللہ کے پردے کو پکڑ کر خالص اللہ سے بیت اللہ کو بچانے کی دعاء مانگی کہ یہ تیرا گھر ہے، تو اس کی حفاظت فرما، پھر اللہ نے ابرہہ اور اس کے لشکر پر ابابیل کے ذریعہ کنکریاں برسا کر انہیں بھسم کر دیا، تو مشرکین مکہ سات آٹھ سالوں تک بتوں کی پرستش بھول گئے، خالص اللہ کو یاد کرتے اور پکارتے تھے، یہ غیر ایمان والوں کی عادت ہوتی ہے کہ مصیبت کے وقت اللہ کو پکارتے، پھر آہستہ آہستہ اللہ کو بھول کر مخلوق کو پکارنا شروع کر دیتے ہیں اور خدا تک جانے کا انہیں وسیلہ سمجھتے ہیں، مصیبت کے وقت پکارنا اور مصیبت دور ہونے کے بعد بھول جانا یہ نمک حرامی و ناشکری ہے، وفاداری تو یہ ہے کہ جو مصیبت کے وقت مدد کرتا ہے وہی خوشحالی میں بھی مدد کرتا ہے، سمجھنا ہوگا کہ وہی حقیقی مددگار اور دوست ہے، ایسے لوگ عقل استعمال نہیں کر کے کہ مرنے والے یا بے جان چیزیں جو نہ دیکھ سکتی ہیں' نہ سن سکتی ہیں' نہ ساتھ دے سکتی ہیں، وہ خود زندہ انسانوں کی مدد کی محتاج رہتی ہیں، وہ کیسے مدد کر سکتی ہیں؟

بعض لوگ دعاء قبول ہونے کے حالات نظر نہ آئیں تو صبر نہیں کرتے

بہت سے لوگ دعاء مانگتے مانگتے ناامید ہو جاتے ہیں، ان کو بظاہر اپنے مسائل اور مصائب دور ہوتے نظر نہیں آتے، سالوں بیمار رہتے ہیں یا سالوں لوگوں کے ظلم و ستم سہتے یا شوہر کے انتقال اور اولاد یتیم ہونے پر معاشی مشکلات کا شکار رہتے ہیں تو دعاء کرتے ہوئے تھک جاتے ہیں، جب دعاؤں کا کوئی اثر نظر نہیں آتا تو عجلت دکھاتے ہیں، انسان بڑا جلد باز ہے، وہ چاہتا ہے کہ ادھر دعاء کرے اور اُدھر فوراً اس کی دعاء کی قبولیت کے آثار

نظر آئیں، مدد ملنا شروع ہو جائے، انسان کی نظر مستقبل پر نہیں ہوتی، اللہ کو حکیم نہ جان کر اللہ کی حکمت و مصلحت پر نظر نہیں رکھتا، وہ نہیں سوچتا کہ جس طرح دنیا کے سفر میں اس کو مختلف حالات سے گذرنا ہوتا ہے اسی طرح دنیا کی اس زندگی کے سفر میں امتحان و آزمائش کے لئے اس پر مختلف حالات آئیں گے اور دعاؤں کی قبولیت میں بے صبری اختیار کر کے اللہ کی ناشکری کے الفاظ زبان سے نکالتا پھرتا ہے۔

بعض یوں کہتے پھرتے ہیں کہ بیماری سے نجات ہی نہیں مل رہی ہے، مفلسی اور بے روزگاری سے میں تنگ آ گیا ہوں، آخر اللہ میرے لئے ایسا شوہر اور ایسی بیوی ایسی اولاد کیوں رکھا ہے؟ یہ دنیا کی زندگی میرے لئے عذاب بن گئی ہے، میں نماز برابر پڑھتا ہوں، دعائیں کرتا ہوں، پھر بھی مشکلات میں گھرا ہوا ہوں، اللہ تو دنیاداروں اور نافرمانوں کو عیش و آرام میں رکھا ہے، وہ نہیں جانتا کہ باغی' دنیادار نافرمان لوگوں کو دولت کی افراط' دنیا کا عیش و آرام جو کچھ مل رہا ہے تو وہ عذاب کی کیفیت ہے، آخرت میں سزا اور پٹائی کے حالات ہیں، جس طرح چوہے کو گھی لگی روٹی، پنجرے میں لگائی جاتی ہے، ان کے شکر گذار یا ناشکرا بننے کا امتحان و آثار ہیں، یہ اللہ کے عذاب اور ناراضگی کی علامت ہے، جس طرح ڈوبنے والے کو پانی خوب پلا کر ڈوبایا جاتا ہے اسی طرح نیک اور فرمانبردار انسان پر ایمان کی حالت میں غربت مفلسی' تکالیف و مصائب اور رنج و غم کے ساتھ تقویٰ و پرہیزگاری ملتی ہے، تو یہ ان پر آخرت کے اعتبار سے رحمت اور درجات کی بلندی والے حالات ہیں، گناہوں کے دنیا ہی میں معاف ہونے کے حالات ہیں، اللہ کی رضا والے حالات ہیں، جس طرح طوطے کو پنجرے میں رکھ کر مٹھو میٹھے سے پکارا جاتا ہے، اللہ ان کو اس امتحان کے ذریعہ اونچا اور اعلیٰ مقام و مرتبہ دینا چاہتا ہے۔

دعاء کو عبادت سمجھ کر مانگنے والے کبھی ناامید نہیں ہوتے

دعاء کو عبادت سمجھ کر مانگنے والے کبھی ناامید اور مایوس نہیں ہوتے، نہ خودکشی کرتے ہیں، نہ اپنی زبان پر اللہ کی شکایت کرتے ہیں، بلکہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ سوائے اللہ کے

کوئی ان کی مدد نہیں کرسکتا، اسی کی رحمت کے انتظار میں رہتے ہیں اور ان کے سامنے حضرت ایوب علیہ السلام کی مثال ہوتی ہے، اگر دعاء قبول ہوجائے تو اللہ تعالیٰ کا انعام و فضل اور رحمت تصور کرتے ہیں؛ ورنہ دعاء میں جو مانگا اس کے بجائے کوئی مصیبت یا بلاء و پریشانی کے دور ہوجانے کا یقین رکھتے ہیں، یا پھر دعاء کو اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہوجانے اور آخرت میں اجر وثواب ملنے کا عقیدہ ویقین رکھتے ہیں، صبر جمیل اختیار کرکے لوگوں کے سامنے اپنی مصیبت و پریشانی بیان کرتے نہیں پھرتے، صرف اللہ کو کارساز جان کر اسی کے سامنے اپنے حالات بیان کرتے ہیں۔ اگر دعائیں قبول نہیں ہورہی ہیں تو ان کا ایمان ویقین بڑھتا ہے، اگر دیر سے قبول ہورہی ہیں تو ان کا صبر بڑھتا ہے، اور اگر دعاؤں کا جواب نہیں آرہا ہے تو وہ اللہ کی آزمائش تصور کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ بندے کی ہر دعاء قبول کرلے تو دنیا کا نظام بگڑ جاتا

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو انسان وجنات کے لئے امتحان کی جگہ بنایا ہے، اگر وہ انسان کی ہر دعاء قبول کرلے تو دنیا کا نظام بگڑ جاتا، اور انسانوں کا امتحان نہیں لیا جاسکتا تھا، مثلاً انسان کو مختلف حالات میں رکھ کر اس کے اچھے برے اعمال کا امتحان لیتا ہے، اگر ہر کوئی انسان مفلسی سے چھٹکارا پانے کے لئے دولت مانگے یا ہمیشہ کی خوشحالی مانگے تو دنیا میں کوئی بھی غریب نہیں رہے گا، جب ہر کوئی دولت مند ہوجائے تو محنت ومزدوری کرنے والے' نوکری کرنے والے' تجارت کرنے والے' زکوٰۃ وخیرات لینے والے، مکانات' سڑکیں تعمیر کرنے والے' گاڑیاں' ریل' ہوائی جہاز اور کشتیاں چلانے والے' نرس' کمپونڈر وغیرہ کوئی باقی نہیں رہے گا، نہ کوئی خادم' چوکیدار اور نوکر رہے گا، ہر کوئی دولت مند رہے گا تو کام دھندوں سے دور رہے گا، جبکہ دنیا کے کاروبار چلنے کے لئے ہر شعبے کے انسان کی ضرورت ہے، پولیس بھی چاہئے، چپراسی بھی چاہئے، فوج بھی چاہئے، کاریگر بھی چاہئے، کسان بھی چاہئے، مرد بھی چاہئے، عورت بھی چاہئے، اس لئے اللہ تعالیٰ جس انسان کی دعاء کو اپنی مصلحت سے جس طرح قبول کرنا چاہتا ہے اسی اعتبار سے قبول کرتا ہے۔

دنیا میں ہر ایک کی دعاء قبول نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ نے دنیا کو امتحان کی جگہ بنا کر شر و خیر کا اختیار دیا ہے، ایسی صورت میں وہ انسان جو شر کا اختیار رکھتے ہوئے خیر' نیکی اور بھلائی پر اپنے اختیار سے چلے اور جنت کا خواہش مند ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے نیک انسان کی دعاء قبول فرماتا ہے، اور وہ انسان جو شر کی طاقت رکھتے ہوئے حق کا انکار کر کے خیر' نیکی اور بھلائی کے خلاف شر اختیار کرتا ہے اور سچی توبہ نہ کرے، گناہ نہ چھوڑ کر اخلاقِ رذیلہ میں ہی مبتلا رہتا ہے اور جہنم کے راستے کو پسند کرتا ہے تو اس کی دعاء قبول نہیں کرتا، ہاں اگر وہ شرک سے' باطل سے' کفر سے' منافقت اور فسق و فجور سے سچی توبہ کر لے اور پھر خیر' نیکی اور بھلائی کے راستے پر چلے تو اس کی دعاء بھی قبول کرتا ہے۔

مگر انسانوں کی کثیر تعداد غلط عقیدہ و ایمان رکھ کر حق کے خلاف باطل راستوں پر جان بوجھ کر چلتی اور شر میں مزہ اور لذت ہونے اور دنیا کی چمک دمک کی وجہ سے گناہ نہیں چھوڑتی اور توبہ نہیں کرتی، جو لوگ زبان سے اللہ کو بڑا مانتے ہیں مگر اس کی بڑائی میں زندگی نہیں گذارتے، جو لوگ محمد ﷺ پر ایمان اور محبت کا زبانی دعویٰ کرتے ہیں مگر جان بوجھ کر آپ ﷺ کی اتباع نہیں کرتے۔ جو لوگ قرآن مجید کو اللہ کا کلام زبان سے مانتے ہیں مگر جان بوجھ کر اس پر عمل نہیں کرتے۔ جو لوگ شیطان کو دشمن مانتے ہیں مگر اس سے دوستی نہیں چھوڑتے۔ جو لوگ عقیدۂ آخرت کو مانتے ہیں مگر دنیا کے دیوانے بن کر آخرت کی تیاری نہیں کرتے' ایسے لوگوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

اللہ تعالیٰ ہر دعاء اس لئے بھی قبول نہیں کرتا کہ وہ تقدیر کے لکھے کے مطابق انسانوں کے ہر حال سے واقف ہے' وہ علیم ہے' وہ جانتا ہے کہ انسان جس چیز کی دعاء کر رہا ہے یعنی جو چیز مانگ رہا ہے وہ اس کے لئے فائدہ مند ہے یا نقصان دہ، اگر فائدہ مند ہے تو قبول کرتا ہے اور اگر نقصاندہ ہے تو اپنی حکمت و مصلحت سے قبول نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے دعاؤں کے قبول ہونے کے کچھ اصول بنائے

بندہ اللہ سے بہت ساری چیزوں کی دعائیں کرتا ہے، اس میں بہت ساری چیزیں

اُسے دعاء سے فوراً مل جاتی ہیں، مگر بعض چیزوں سے اُسے نقصان ہوتا ہے اُسے نہیں دی جاتیں، اس کے بدلے دوسری طرح مدد مل جاتی ہے، بعض لوگوں کو دولت ملنے سے ان کا تقویٰ و پرہیزگاری برباد ہو جاتی ہے، اس لئے بعض دعائیں وہ اپنی حکمت و مصلحت سے قبول نہیں کرتا، اس سے بندوں ہی کا فائدہ اور حفاظت ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی دعاؤں پر ان کی پوری حفاظت کرتا اور ان کے لئے خیر اور بھلائی کو پسند کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ نیک بندوں کو اگر دنیا میں تکلیف و مصیبت اور پریشانی آتی ہے تو امتحان میں رکھ کر ان کی دعاء دنیا کی حد تک بظاہر قبول نہ کر کے اس کا بدلہ آخرت میں دینا چاہتا ہے۔

حدیث میں ہے جس کا مفہوم ہے کہ جس بندہ کو اللہ تعالیٰ آخرت میں اونچا مقام و مرتبہ دینا چاہتا ہے، جس کو وہ اپنے نیک اعمال سے حاصل نہیں کر سکتا، اگر ایمان کے ساتھ حالت بیماری و مصیبت، رنج وغم اور پریشانی میں اللہ پر بھروسہ کر کے صبر اختیار کرتا ہے، اللہ پر کوئی شکایت نہیں کرتا، اللہ سے ناراض نہیں ہوتا، اللہ اس کو جس حال میں رکھے راضی رہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں وہ اونچا مقام و مرتبہ عطا فرماتا ہے، جسے دیکھ کر بندہ تعجب کرے گا کہ اس نے ایسے اعمال کئے ہی نہیں اللہ اس بندہ کو فرمائے گا کہ تجھ پر فلاں مصیبت، بیماری اور پریشانی آئی تھی، تو نے میرے لئے صبر کیا، مجھ سے راضی رہا اور میں نے تیری فلاں دعاء قبول نہیں کی، اس کے بدلے میں یہ اجر اور مقام و مرتبہ دے رہا ہوں۔

اس لئے ایمان والے اپنی دعاؤں پر ہر حال میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و مصلحت سے دعاؤں کو موقع و محل کے لحاظ سے قبول کرتا ہے، دنیا میں بعض دعائیں قبول نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ دنیا امتحان گاہ ہے، اور انسانوں پر اللہ نے زندگی کے ہر شعبے کے حقوق مقرر کئے ہیں، خاص طور پر ایمان والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نبوت کر کے رسول اللہ ﷺ کے نمائندہ بن کر معروف کا حکم کرنے اور منکر سے روکنے اور غیر مسلموں کو ایمان کی دعوت دے کر اسلام کو سمجھانے کی ذمہ داری عطا کی ہے،

اگر وہ اپنے فرض منصبی کو ادا نہیں کریں گے تو ☆ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو؛ ورنہ عنقریب اللہ تم پر اپنی طرف سے عذاب نازل کردے گا، پھر تم اس سے دعاء کرو گے اور وہ تمہاری دعاء قبول نہیں کرے گا۔ (ترمذی) ☆ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جس کا مفہوم ہے کہ ایک شخص طویل سفر کر کے غبار آلود، پراگندہ بال کے ساتھ (حج یا عمرہ) کے لئے آتا ہے، دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر دعاء کرتا ہے، اے میرے رب! اے میرے رب! اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا پینا اور پہننا سب حرام مال سے ہے، حرام مال سے ہی پرورش کیا گیا ہے، ایسے شخص کی دعاء کیسے قبول کی جائے گی۔ (مسلم)

اللہ سے دعاء پورے یقین اوراعتماد کے ساتھ مانگنا لازم ہے

اللہ تعالیٰ کو المجیب جان کر دعاء پوری توجہ اور یکسوئی کے ساتھ کرنی چاہیئے، اللہ سے گلہ شکوہ نہ کرے، جہاں تک ہوسکے کوشش کریں کہ روزانہ کی دعاؤں کا معنٰی و مطلب جان لیں؛ کیونکہ اس کے معنٰی سمجھتے ہوئے دل سے دعاء نکلے گی۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے دعاء مکمل قبولیت کے یقین کے ساتھ دعاء کیا کرو، یاد رکھو! اللہ تعالیٰ غافل' بے دھیانی اور غفلت ولا پرواہی سے دعاء کرنے والے کی دعاء قبول نہیں ہوتی۔ (ترمذی' مشکوٰۃ)

☆ طبرانی کی روایت میں ہے کہ ایک زانیہ عورت جو اپنی شرمگاہ کے ذریعہ غیر مردوں کو سیراب کرتی ہو اس کی دعاء قبول نہیں ہوتی' جب تک کہ وہ سچی توبہ نہ کرلے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا جس شخص نے دس درہم میں کوئی کپڑا خریدا اور اس میں ایک درہم بھی حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر رہے گا اس کی کوئی نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوگی۔ (مسند احمد' بیہقی)

سچی توبہ کرنے سے دعاء فوراً قبول ہوتی ہے، اس لئے دعاء نہ کرنا بہت بڑی محرومی ہے اور دعاء نہ کرنا تکبر کی علامت ہے۔

دعاء جلد قبول ہونے یا تاخیر سے قبول ہونے میں بندے کا فائدہ ہے

انسان خود اپنی اولاد کی ہر خواہش رونے' چیخنے چلّانے' ضد کرنے اور اصرار کرنے پر فوراً پوری نہیں کرتا، اس کی خواہش کو موقع محل کے لحاظ سے فائدہ یا نقصان کو مدنظر رکھ کر پوری کرتا ہے، تا کہ اس کو فائدہ ہو نقصان نہ ہو، اگر کم عقل و بے شعور بچہ کانچ کی چیزوں سے یا قیمتی چیزوں سے کھیلنا چاہے یا شعور آنے سے پہلے آگ کو چھونا چاہے یا پانی میں جانا چاہے تو اسے روکتے ہیں، ان کی ضد اور اصرار پر کوئی دوسری اچھی چیز دے دیتے ہیں، یا بے شعور بچے جیب خرچ زیادہ مانگیں، یا موٹر سائیکل یا کار مانگیں، تو وقت سے پہلے یا پوری طرح شعور آنے سے پہلے نہیں دیتے، تعلیم سے دور ہو جانے یا آوارہ بننے کے خیال سے منع کر دیتے ہیں۔

اس لئے دعاء اللہ تعالیٰ اپنی حکمت' مصلحت اور مشیت سے موقع و محل کے لحاظ سے قبول کر کے اسی وقت اظہار کرتا ہے اور جواب دیتا ہے، دعاء قبول نہ ہو اور مسائل حل نہ ہوں تو بندہ کو بدگمان نہیں ہونا چاہئے، اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت سمجھنا چاہئے اور اللہ کے پاس اس دعاء کا اجر محفوظ ہو جانے کا یقین رکھیں، یہ عین ایمان کا تقاضا ہے، ہر دعاء کا ظہور جلد یا دیر سے ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے اللہ نے فرمایا کہ میں ہر دعاء قبول کروں گا، لیکن جیسے مناسب سمجھوں گا' دوں گا؛ ورنہ آخرت میں دوں گا، اس لئے دعائیں بیکار نہیں جائیں گی، قبول تو ہوں گی مگر الگ الگ انداز میں اس کا بدلہ دیا جائے گا، اللہ کی حکمتوں کو ہم نہیں سمجھ سکتے، اس لئے دعاء صرف عبادت ہی نہیں بلکہ آخرت کا خزانہ اور قیمتی پونجی بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ دعاء سے تقدیر بھی بدل دیتا ہے

اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے، وہ اپنی مخلوق پر ہر قسم کا اختیار رکھتا ہے، کوئی اس سے حساب لینے والا اور سوال کرنے والا نہیں، وہ چاہے تو اپنے تقدیر کے لکھے فیصلوں کو بدل سکتا ہے، رسول اللہ ﷺ کی بعض دعاؤں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے، دعائے قنوت میں رسول اکرم ﷺ نے ان الفاظ سے دعائی فرمائی: وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ. مجھے اس برائی

سے بچالے جس کا تو نے فیصلہ کیا ہے۔(ترمذی' ابوداؤد' نسائی)

☆ حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تقدیر کو دعاء کے علاوہ کوئی چیز نہیں بدل سکتی، اور نیکی کے بغیر عمر میں کوئی چیز اضافہ نہیں کرسکتی۔(ترمذی)

☆ دعاء سے پہلے تین بار درود شریف پڑھیں، حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ دعاء آسمان اور زمین کے درمیان ہی معلق رہتی ہے، اس وقت تک اوپر نہیں جاسکتی جب تک رسول ﷺ پر درود نہ بھیجا جائے۔(ترمذی' کنز العمال، رقم:۳۹۸۱)

☆ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک دوسرے کے لئے دعاء کرنے کی تعلیم دی۔

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دوسروں کے لئے دعاء کرتے رہو، ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے لئے سب سے بہتر ہدیہ اگر کچھ ہوسکتا ہے تو وہ دعاء ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے عمرہ جانے کے وقت فرمایا: عمر! مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔

☆☆☆☆☆

اَلْوَھَّابُ (خوب عطا کرنے والا)

رَبَّنَا لاَ تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ o (آل عمران: ۸)

ترجمہ: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں جو ہدایت عطا فرمائی ہے اس کے بعد ہمارے دلوں میں ٹیڑھا پن پیدا نہ ہونے دینا، اور خاص اپنے پاس سے ہمیں رحمت عطا فرما، بیشک صرف تیری ذات ہے جو خوب عطا کرنے والی ہے۔

وھاب کے معنیٰ ہیں ہبہ کرنا، عطا کرنا، تحفہ دینا، بغیر کسی معاوضہ یا غرض کے عطا کرنے والا، بہت زیادہ عطا کرنے والا، کثرت سے مہلت دینے والا، نعمتوں کی بوچھاڑ کرنے والا، احسانات ہی احسانات کرنے والا، بہت زیادہ پیار کرنے والا، دنیا وآخرت میں نیک بندوں کو عطا کرنے والا پیارا مالک، مفسرین نے یہ سب معنٰی اور مفہوم بیان کئے ہیں۔

اللہ ہی اکیلی وہ ذات ہے جو مختلف طریقوں سے اپنی مخلوقات پر احسانات وانعامات کرنے والی ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جو اس جیسا احسان وانعام کرے، نعمتوں کی بوچھاڑ کرے، وہ جو کچھ بھی احسان کرتا اور عطا کرتا ہے اس پر کسی کا حق نہیں ہوتا، بلکہ وہ اپنی مختلف صفات کی وجہ سے بطور فضل ورحم اپنی صفت الوھاب سے عطا کرتا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا صفتی نام ہے، وہ کائنات کی مخلوقات کی ہر ضرورت سے واقف ہے، ہر لمحہ ہر گھڑی اپنی صفات سے تمام مخلوقات پر نعمتوں اور رحمتوں کی بارش برساتا رہتا ہے، کسی لمحہ بھی نہیں روکتا، اسی لئے اس کو منعم حقیقی یعنی حقیقی انعام کا عطا کرنے والا کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو امتحان کی جگہ بنایا اور تقریباً بہت ساری چیزیں اسباب کے

ذریعہ عطا کرتا ہے، خاص طور پر انسانوں اور جنات کو گمراہی سے بچانے کے لئے اپنی صفت الوھاب کا تعارف کروایا ہے، اس لئے کہ انسان کو بہت ساری نعمتیں مخلوقات سے ملتی رہتی ہیں، جب انسان کو اللہ کی صفت الوھاب کا تعارف نہیں ملتا ہے تو انسان پر ہونے والے احسانات وانعامات اور نعمتوں کو مخلوقات سے ملنے کا تصور پیدا کر لیتا ہے، مخلوقات کی خوبی وکمال سمجھتا ہے اور ان کی تعظیم' پوجا و پرستش اور عبادت کرنا شروع کر دیتا ہے، اللہ کی نعمتوں کو مخلوقات کی سمجھنا نعمتوں کا انکار ہے۔

ان کے برعکس ایمان والے صفت الوھاب کا ادراک حاصل کر کے اسباب کے بیچ رہ کر اسباب کو استعمال کرتے ہوئے اسباب کو نعمتیں دینے والا نہیں سمجھتے، اسباب کے پیچھے اللہ ہی کی مشیت' مہربانی' عطا اور دین کا عقیدہ رکھتے ہیں، وہ ایمان کی بدولت یہ علم رکھتے ہیں کہ ہر مخلوق کے پاس جو کچھ کمال' خوبی اور مدد کا جو نظام ہے وہ سب اللہ کا کمال اور خوبی ہے جو اُن کو صفت رب کے ذریعہ اسباب سے ظاہر ہو رہی ہے، ان کے پاس جو بھی کمال اور خوبی ہے وہ ان کے ذاتی عمل دخل سے نہیں بلکہ اللہ کا عطیہ اور دین ہے، اور ہر مخلوق اس کی عطا اور نعمتیں حاصل کرنے میں اللہ ہی کی محتاج ہے، اس لئے کہ ہر مخلوق کو زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ کے احسانات اور نعمتیں چاہیئے، اس کے بغیر وہ اپنی ضرورتیں بھی پوری نہیں کر سکتیں اور مخلوق سے نعمتیں ملنے کے بعد مخلوق کا کمال نہیں' اللہ کا کمال سمجھنا ایمانداری ہے۔

اللہ تعالیٰ کے احسانات وانعامات مختصر اور محدود نہیں اور نہ کبھی ختم ہو سکتے ہیں، مسلسل اور قسم قسم کے احسانات وانعامات ہیں، اور کائنات کے ذرّہ ذرّہ پر ہر لمحہ ہر گھڑی ان کا سلسلہ بغیر رُکے جاری رہتا ہے، دنیا میں انسان کسی انسان پر یا جانور پر احسان وانعام کرتا ہے تو مطلب' یا غرض' یا نام ونمود' یا تعریف' یا کسی کا حق اور احسان کا بدلہ چکانے کی خاطر کرتا ہے، مثلاً جانور سے فائدہ حاصل کرنے، یا سخی کہلانے، یا شہوت پوری کرنے، یا مدد کا بدلہ چکانے، یا کسی سے نوکری یا دولت حاصل کرنے، یا کام نکالنے اور مطلب کی

خاطر حسنِ سلوک کرتا ہے، تحفہ دیتا ہے، کھلاتا پلاتا ہے اور احسان کرتا ہے۔

مگر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات پر احسان وانعام جو کرتا ہے خالص بغیر مطلب اور غرض کے کرتا ہے، خاص طور پر انسان و جنات جن کو اطاعت و بندگی کا اختیار و آزادی دیا' دنیا امتحان گاہ ہونے کی وجہ سے فرمانبردار کو بھی نعمتیں دیتا ہے' نافرمانوں' باغیوں' مشرکین وکفار سب کو نعمتیں دیتا ہے، ان پر بھی احسانات وانعامات دنیا کی زندگی ختم ہونے تک عطا کرتا رہتا ہے، دنیا کے بادشاہوں کی طرح غلطی کرتے ہی گرفتار نہیں کرتا بلکہ سنبھلنے، سدھرنے کی مہلت دیتا ہے، اور یہ مہلت ان کو سکرات کے شروع ہونے سے پہلے تک توبہ کا اختیار دے کر دنیا میں رکھتا ہے، یہ اس کی صفت عفو ودرگذر سے صفت الوھاب کی عطا ہے، باغیوں اور نافرمانوں کو دنیا کی زندگی جنت کی طرح بنا دیتا ہے، کبھی ان کی نافرمانیوں پر اپنی نعمتیں اور احسانات کو بند نہیں کرتا، تاکہ وہ ناشکری چھوڑ کر نعمتوں کا اقرار کرکے' فرمانبردار وشاکر بندے بن جائیں اور اپنی آخرت سنوار لیں، وہ خالق ومالک ہونے کی وجہ سے ہر مخلوق کی مدد، احسان وانعام بغیر غرض کے محض اپنے کرم' مہربانی اور فضل کی بناء پر کرتا ہے، چاہے اس کے بندے اس کی عبادت کریں یا نہ کریں، اس لئے مخلوقات کی پرورش ہر گھڑی ہر لمحہ ان کی ضرورتیں' نعمتوں کی شکل میں بغیر کسی رکاوٹ کے جاری رہتی ہیں۔

نعمتوں اور فضل وانعامات کے سارے خزانے اسی کے ہیں اور اسی کے قبضہ میں ہیں، اس کی مرضی ومشیت کے بغیر نہ کوئی کسی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان، اس کی سخاوت' عطا اور رحمت نہ صرف جانداروں پر ہے بلکہ زمین' آسمان' ہوا' پانی' سورج' چاند' بڑی سے بڑی چھوٹی سے چھوٹی' ہر مخلوق پر چھائی ہوئی ہے، اسی عطا کی وجہ سے اس نے خود اپنے غضب پر رحم کو غالب رکھا ہے۔

دنیا کی اس زندگی میں انسان جب اپنے نوکر اور غلام سے ناراض اور خفاء ہو جاتا ہے تو غصہ ہو کر اس کی نافرمانی پر اپنی نعمتیں واپس لے لیتا ہے اور روک دیتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ نافرمان انسانوں پر کبھی عذاب نازل کرتا ہے یا سزا دیتا بھی ہے تو محض انسان کو اپنی

آخرت سدھارنے اور کامیابی حاصل کر لینے کے لئے تکالیف میں مبتلا کرتا ہے، غفلت اور گمراہی سے جگانے یا گناہ معاف کرنے کے لئے مصیبت میں ڈالتا ہے، بندوں کی عبادت واطاعت سے اس کو کوئی فائدہ یا نقصان کا سوال ہی نہیں ہے، وہ اپنے بندوں کی آخرت سنوارنا چاہتا ہے، یہ بھی اس کا سلوک اپنی صفت الوھاب کے ذریعہ ہوتا ہے۔

اللہ نے بندوں کو اپنی نعمتیں اور احسانات جاننے کے لئے کائنات کی مخلوقات میں اور خود انسان کو اپنے اندر غور وفکر کرنے کی تعلیم دی ہے تاکہ وہ اللہ کی نعمتوں واحسانات کو مانے اور فطرتاً اللہ کا مطیع وفرمانبردار بندہ بن کر شکر گذاری کرے، اس میں بندوں ہی کا فائدہ ہے، اللہ کا کچھ بھی فائدہ نہیں اس کی وجہ سے وہ اللہ کے ساتھ نمک حرامی نہیں کرے گا، جب بندہ شکر گذاری کرتا ہے تو اللہ اپنی صفت الوھاب سے ہر نعمت کے شکر میں دس گنا اضافہ کرتا چلا جاتا ہے، جتنا زیادہ بندہ اللہ کا مطیع وفرمانبردار بن کر شکر کرے گا اتنا وہ اللہ کا محبوب اور پسندیدہ بندہ بن جائے گا، اللہ کی محبت لوٹ سکتا ہے۔

جانور پانی کو پانی کی حیثیت سے دیکھتا ہے، پیاس لگے تو پی لیتا ہے، درخت کو درخت کی حیثیت سے دیکھتا، بھوک لگے تو اپنے فائدے کا پتہ کھالیتا ہے، پہاڑ کو پہاڑ کی حیثیت سے دیکھتا ہے، پھلوں، دوسری غذاؤں کو اسی حد تک دیکھتا ہے جو اس کے لئے ہیں۔

مگر ان کو دیکھ کر اللہ کے انعامات واحسانات نہیں جان سکتا، وہ غور وفکر نہیں کرسکتا، اس طرح چیزوں کو استعمال کر لینا حیوانیت ہے، جانور یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اللہ نے ان چیزوں میں اس کے لئے کس کس قسم کے فائدے اور نعمتیں رکھی ہیں، انسان کو اعلیٰ فہم وفراست اور دماغ دیا گیا، اس کے ذریعہ اللہ کی قدرت اس کی کاریگری میں غور وفکر کر کے اپنے مالک و خالق کے احسانات وانعامات جان سکتا ہے، اور احسان مان کر اللہ کا شکر گذار بن سکتا ہے۔

اگر انسان دن رات اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائے اور نعمتوں کی بارش میں ڈوبا ہوا رہے اور صرف جانوروں کی طرح ان سے اپنی ضرورتیں پوری کرتا رہے اور اللہ کے احسانات وانعامات کو نہ جانے تو اس میں اور جانوروں میں فرق باقی نہیں رہے گا، اس

لئے اللہ نے آسمان وزمین کی مخلوقات اور خود انسان کے اندر خاص طور پر انسانوں کو غور وفکر کرتے رہنے کی دعوت دی ہے؛ تا کہ وہ اپنے ایمان کو تازہ رکھے اور اللہ کے احسانات و انعامات کو جان کر شکر گذار بندے بنے رہیں، دل کی آنکھیں کھلی رکھ کر دماغ کو صحیح استعمال کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عطاء' دین' احسانات وانعامات سمجھ میں آتے ہیں۔

جو لوگ ایمان سے خالی ہوتے ہیں وحی الٰہی سے فائدہ نہیں اٹھاتے ہیں، وہ دنیا کی چیزوں کو جانوروں کی طرح استعمال کرتے ہیں اور اپنے فائدے اور نقصان ہی کی حد تک جانتے ہیں اور ناشکرے بنے رہتے ہیں، یہ بات انسان کی خود اس کی فطرت کے خلاف ہے، اس لئے کہ وہ دنیا کی زندگی میں جب اپنے کسی دوسرے انسان سے مدد' احسان اور فائدے حاصل کرتا ہے، مثلاً جائیداد، دولت، امداد، نوکری یا دوسری مدد و خدمت حاصل کرتا ہے تو فطرتاً وہ اس کو اپنا محسن مان کر اس کا ادب واحترام اور تعظیم کرتا ہے، فرمانبرداری کرتا ہے، اس کی تعریف کرتا ہے، کبھی مخالفت اور نافرمانی کرنا نہیں چاہتا، اس سے محبت ہی محبت کرتا ہے، اور اپنے آپ کو اس کے لئے جاں نثار کر کے جھکا رہتا ہے، مگر افسوس ہے انسانوں پر اکثر انسان اللہ کو الوھاب نہ جان کر اس کے ناشکرے اور نافرمان بنے رہتے ہیں۔

انسان کو سب سے پہلے یہ غور کرنا چاہئے کہ اللہ نے اُسے تمام مخلوقات میں سے چن کر انسان بنایا اور پھر مخلوقات میں اس پر احسان کیا کہ اشرف المخلوقات کا درجہ عطا فرمایا، پھر یہ بھی احسان ہے کہ تمام مخلوقات میں سب سے اعلیٰ اور عمدہ عقل وفہم اور گویائی عطا فرمایا، اگر انسان کو انسان بنانے کے بجائے کتا، بلی، سور، گدھا، چیونٹی، مچھر، پہاڑ، پتھر، درخت بنا دیتا تو بھی بہر حال اللہ کی دوسری مخلوقات کی طرح رہنا پڑتا تھا، اس لئے انسان کو اللہ نے جو مرتبہ دوسری مخلوقات کے مقابلے دیا ہے، ہر آن اُسے یاد رکھ کر زندگی گذارنا چاہئے اور اللہ کا احسان مان کر شکر گذار بندہ بنے رہنا چاہئے، کیا انسان اللہ کے اس احسان اور نعمت کو نہیں سمجھ سکتا؟ کیا اُسے کوئی دوسرا یہ مقام دے سکتا ہے؟ پھر کیوں وہ اللہ کا باغی اور ناشکرا بنا رہتا ہے؟ آخر اللہ کی اس نعمت کا اقرار کیوں نہیں کرتا؟

اللہ نے دنیا کی زندگی کو امتحان بنا کر انسانوں اور جنات کو آخرت میں ترقی کرنے' بلند مقامات حاصل کرنے کا موقع عطا فرمایا، یہ ان پر احسان عظیم ہے، کیونکہ دوسری مخلوقات پیدا ہوتیں، اللہ کی اطاعت کرتیں اور عمر پوری ہونے کے بعد فناء ہو جاتی ہیں، ان کو مرنے کے بعد اپنی ترقی حاصل کرنے کا موقع نہیں ہے، مگر انسان پر احسان یہ ہے کہ اللہ نے اس کو صرف دنیا ہی کی حد تک پیدا نہیں کیا۔ انسان نیک اور صالح بن کر دنیا سے جائے تو آخرت میں اپنے ایمان و اعمال کا بدلہ اور جزاء پائے گا، اور ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی جنت میں گذار سکتا ہے، یہ انسانوں پر صفت الوہاب سے احسان ہی احسان ہے۔

انسان کو دنیا میں خلیفہ بنانے اور پیدا کرنے کے بعد اس پر یہ ذمہ داری ڈالی کہ وہ اللہ کو بغیر دیکھے پہچان کر اس پر ایمان لائے اور دنیا میں اپنے جسم پر اور زمین پر اللہ کے قانون کے مطابق زندگی گذارے اور قانون نافذ کرے، اور انسان کو اللہ کی پہچان اور قانون معلوم کرنے کی ذمہ داری اس کی عقل وفہم پر نہیں ڈالی گئی بلکہ اپنی صفت الھادی سے زندگی کی ہدایت ورہنمائی کی نعمت صفت الوھاب سے عطا کرنے کے لئے پیغمبر اور وحیِ الٰہی کا انتظام کیا، تا کہ انسان دنیا کی زندگی میں اپنی مرضی پر نہیں بلکہ اللہ کی مرضی پر چل کر اپنی پسند اور چاہت سے رب چاہی زندگی گذارے، یہ اصول اور طریقہ انسان کی آخرت میں ترقی کے لئے بنایا ہے، یہ اللہ کا بہت بڑا احسان اور رحمت ہے کہ اس کی ہدایت ورہنمائی کی نعمت اپنی صفت الوھاب سے عطا فرمایا، اس لئے کہ وہ اپنے کامیاب نیک بندوں کو ان کے ایمان اور اعمال صالحہ پر الوھاب ہونے کے ناطے جنت کا وارث اور اپنی رضا والی زندگی انعام ونعمت کی شکل میں دینا چاہتا ہے، اللہ اپنے نیک بندوں کے لئے صرف دنیا کی حد تک ہی الوھاب نہیں ہے بلکہ اس کی اصل عطا اور دین کی نعمتیں بندہ آخرت میں دیکھے گا۔

یہ احسان وانعام اور موقع کسی فرشتے یا دوسری مخلوقات کو نہیں دیا گیا، فرشتوں کی عمریں انسان کے مقابلے بہت زیادہ ہیں، وہ ہر آن ہر گھڑی اللہ کی عبادت واطاعت میں

رہتے ہیں، چونکہ وہ اپنی مرضی اور چاہت سے اللہ کی اطاعت نہیں کر سکتے، نہ برائی سے بچ کر نیکی کرتے ہیں، اس لئے انہیں جنت نہیں ملتی، وہ جنت کے وارث نہیں بن سکتے، اللہ ان کو بھی انسانوں کی خدمت میں رکھے گا اور کامیاب انسانوں کو فرشتوں سے بڑا درجہ عطا فرمائے گا، اور کامیاب انسان فرشتوں سے افضل بن جائیں گے، جنت اللہ کی ملکیت ہے، وہی اسکا اکیلا مالک ہے، اس کے باوجود وہ الوھاب ہونے کی وجہ سے اپنے نیک بندوں کو اپنے قریب رکھ کر جنت کا وارث بنانا چاہتا ہے، جیسا کہ حضرت آسیہؓ کی دعاء قبول کیا، انسان فرشتوں کے مقابلے دنیا میں امتحان میں رہ کر مختصر عمر اور مدت پا کر اللہ کی اطاعت و بندگی مختصر عمر میں کر کے ہمیشہ ہمیشہ کی فرشتوں سے عمدہ زندگی نعمت کی شکل میں اللہ کی صفت الوھاب کے ذریعہ حاصل کرسکتا ہے۔

اس لئے انسان اللہ کی دی ہوئی بشارتوں پر اعتماد کر کے اللہ کا احسان مانے اور مطیع و فرمانبردار بن کر اللہ کو راضی کرے، اور آخرت میں کامیاب ہونے کی محنت کرلے، اگر دنیا انسان کے لئے امتحان گاہ نہ بنائی جاتی تو انسان پیدا ہو کر دوسری مخلوقات کی طرح جبری اطاعت کر کے دنیا سے ختم ہو جاتا' جنت کا وارث نہیں بن سکتا تھا، یہ صرف الوھاب کی نعمت عطا اور دین ہے، کہ اس نے انسان کو یہ موقع عطا فرمایا، اگر وہ اس موقع کو گنواں لے تو اس سے بڑا بیوقوف اور احمق کوئی نہیں ہوسکتا۔

سب سے پہلے انسان کو اللہ کا یہ احسان اور انعام ماننا چاہئے کہ اللہ نے سارے انسانوں میں اُسے چن کر مسلم ماحول میں پیدا کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا اور قرآن مجید کا حامل بنایا، اگر وہ پچھلی انبیاءؑ کی امتوں میں جو پوری طرح باطل پرستی پر زندگی گذار رہی ہیں یا مشرکین و کافروں میں پیدا کرتا تو اندھیرے سے' باطل عقیدے سے' اجالے اور حق پر آنے بے انتہاء مشکلات مجاہدے کرنا پڑتا تھا اور خاندان و معاشرے کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا، معاشی مشکلات پیدا ہو جاتی تھیں۔

اللہ نے اپنی صفت الوھاب سے مسلم ماں باپ کے پیٹ میں پیدا کر کے مسلم

معاشرہ عطا فرماتا ہے، اور آسان امتحان میں رکھا، پھر مسلم معاشرے میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر کے داعی اسلام کا مقام دینا چاہتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا نمائندہ بنا کر دوسرے انسانوں کو دعوتِ ایمان دینے کا موقع عطا فرمایا، اگر پیدائشی مسلمان متقی پرہیزگار بن کر داعی کا رول ادا کرے تو اللہ اپنی صفت الوھاب سے اُسے دنیا اور آخرت میں حفاظت سے رکھ کر عزت دار نعمتوں والی زندگی عطا فرماتا ہے، جتنے لوگ اس کی دعوت سے ایمان لائیں گے ان کا ثواب اس داعی کو عطا کرے گا، اور جتنی نیکیاں وہ کریں گے ان کا ثواب بھی عطا کرے گا، یہ سب عطا اللہ کی صفت الوھاب سے ملے گی۔

اور جو انسان غیر مسلم ماحول میں پیدا کیا جائے اور اپنے پاس کی آسمانی کتاب سے حق و باطل میں تمیز کرلے اور اپنی پسند و چاہت سے اسلام میں آکر ایمان قبول کرلے اور اللہ کے احکام پر رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں تقویٰ اختیار کرلے اور اپنے رشتہ دار اور معاشرے کی مخالفت کے باوجود مجاہدہ کر کے مرنے تک اسلام پر جمع رہے تو اللہ تعالیٰ ایمان قبول کرتے ہی اپنی صفت توّاب سے شرک کو اس کے نامۂ اعمال میں سے مٹا کر پچھلے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے اور مرنے کے بعد دوہری جنت کی نعمت عطا فرماتا ہے یہ اللہ کی صفت الوھاب کی عطا انعام اور بخشش ہے، اس میں پہلا اجر اس نے اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر مجاہدہ کیا اور دوسرا اجر اسلام کو قبول کیا قائم رہا۔ دنیا کی زندگی میں کسی بھی انسان کو حق و باطل راستوں کے درمیان رہتے ہوئے برائی اور گناہوں کے ماحول میں رہتے ہوئے گناہوں سے نفرت نیکی سے محبت کرتے ہوئے حق کو پہچان کر اسلام کو اختیار کرنا یہ صرف اللہ کی صفت الھادی کی ہدایت صفت الوھاب کی عطا اور نعمت سے ملتی ہے، حدیث کا مفہوم ہے کہ اللہ جس انسان سے محبت کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

انسان کو غور کرنا چاہئے کہ پانی اس کے لئے، جانداروں اور نباتات کے لئے اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، پانی کو خراب ہونے سے بچانے کے لئے سمندروں میں کھارا بنا کر کیا انسانی حکومتیں رکھ سکتی ہیں؟ پھر سمندر کے کھارے پانی کو ہواؤں سے بخارات

بنا کر آسمان پر لے جا کر میٹھا بنا سکتی ہے؟ اور ابر بنا کر اپنے ہی ملک کے مختلف شہروں گاؤں میں برسا سکتی ہے؟ اور میٹھے پانی کو قطروں کی شکل میں انسانوں' جانوروں' مکانات' کھیتوں اور نباتات کو محفوظ رکھ کر برسا سکتی ہے؟ یہ صرف اللہ کی تخلیقی اور ربوبیت کی وجہ سے صفت الوھاب کی عطا وانعام ہے کہ وہ کھارے پانی کو آسمان پر لے جا کر میٹھا بنا کر اس کا موسم مقرر کر کے زمین پر احتیاط کے ساتھ برساتا ہے اور اپنی حکمت و مشیت سے زمین کے جس حصہ کو برسات کی ضرورت ہے وہاں بارش کا موسم لا کر بادلوں کے بادل جمع کر کے میٹھا بنا کر برساتا ہے، کیا یہ کوئی دیوی دیوتا کر رہے ہیں؟ پھر وہ کیوں اس نعمت کو ان کی طرف منسوب کرتا ہے؟

گندے اور ناپاک پانی کو دریاؤں' ندیوں اور نالوں کے ذریعہ بہا کر صاف بناتا ہے، انسانی حکومتیں گندے پانی کو صاف نہیں کر سکتیں، زمین' پانی کی گندگی کو جذب کر لیتی ہے، بہتے ہوئے صاف ہونے کا طریقہ اللہ نے رکھا، وہ بہتی ہوئی ریتی چھوڑ دیتا ہے، پھر بارش کے میٹھے پانی کو برف کے اولے بنا کر روئی کے گالوں کی طرح سرد علاقوں میں برساتا ہے، سوچئے آخر پہاڑوں پر میٹھے پانی کو برف بنا کر کون اور کس کے لئے محفوظ کرتا ہے؟ اور گرما کے موسم میں برف کو پگھلا کر دریاؤں کے ذریعہ میٹھا پانی کیسے عطا کرتا ہے؟ کیا یہ اللہ کی نعمت انسان کو نظر نہیں آ رہی ہے؟ پھر وہ یہ نعمت دیکھنے کے باوجود کون کون سی نعمتوں کو جھٹلائے گا؟ اپنے محسن کا احسان کیوں نہیں مانتا؟ جو مالک اس کے لئے اتنا زبردست انتظام کیا ہے تو انسان کو اس کا شکر گذار بندہ بنا رہنا لازم ہے۔

انسان سمندر کے کھارے پانی کو میٹھا بنا کر اس کی کثافت دور کرنے کے لئے کروڑہا روپیوں کے پلانٹ بناتا ہے اور پینے کے قابل بناتا ہے، مگر اللہ کی طرف سے آسمان سے میٹھا بنا کر جو پانی برستا ہے انسان کے پلانٹ سے صاف کیا ہوا پانی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، برسات کے میٹھے پانی کا مزا الگ ہوتا ہے اور انسان کے پلانٹ کے پانی کا مزا الگ ہوتا ہے، کیا یہ نعمت انسان کو سمجھ میں نہیں آتی؟ آخر وہ سورج' ہوا اور بادلوں کا

کمال سمجھ کر' اللہ کی کن کن نعمتوں کا انکار کرے گا؟ یہ نعمت صرف اللہ کی صفت الوھاب کی عطا ہے، اسی کا شکر گذار بن کر اسی کے وفادار بنے رہنا ایمانداری ہے۔

بارش کے پانی کو سال بھر کے واسطے محفوظ کرنے کے لئے انسان کوئی برتن' کوئی ٹانکی یا کوئی حوض گھر میں نہیں بنا سکتا، پانی دس بارہ دن میں خراب ہو کر بدبودار ہو جاتا ہے اور کھارا ہو کر اس میں کیڑے پڑ جاتے ہیں، اللہ نے بارش کے پانی کی زیادہ مقدار کو دریاؤں کے ذریعہ بہا کر سمندروں میں محفوظ کر دیتا ہے، اور پہاڑوں کی برف کو گرما میں پگھلاتے ہوئے دریاؤں اور ندیوں کے ذریعہ کس کو عطا کرتا ہے؟ غور کیجئے اگر اللہ یہ انتظامات نہ کرتا تو انسان بارش کے بعد میٹھا پانی کہاں سے حاصل کر سکتا تھا؟ یہ اللہ کی صفت ربوبیت سے الوھاب کی عطا اور نعمت ہے، آخر انسان ان نعمتوں کو دیکھنے کے باوجود شکر گذار بندہ کیوں نہیں بنتا؟ اللہ کی نعمتوں کا اعتراف کیوں نہیں کرتا؟ تالابوں میں پانی محفوظ رکھ کر اپنے حکم سے زمین کو جذب کرنے سے روکے رکھتا ہے، جبکہ زمین سے جھرنے نکال کر انسانوں کی بستیوں تک کون پہنچاتا ہے؟ اگر ایسا نظام نہ رکھتا تو انسانی حکومت پانی کہاں کہاں سپلائی کر سکتی تھی؟ پانی تالابوں کی زمین میں اندر چلا جائے تو کون کتنے بورویل لگا کر نکال سکتا تھا؟ پھر بھی انسان بارش کا خدا الگ مان کر اللہ کی ناشکری کرتا ہے۔

دنیا میں اگر آٹھ اَرب انسان ہیں تو ان کے مقابلے دس گنا زیادہ جانور ہیں، یعنی ۸۰/ارب' اور پھر ان کے مقابلے دس گنا زیادہ پرندے ہیں یعنی ۸۰۰/ارب پرندے، اللہ تعالیٰ ہر روز تمام جانداروں کو پانی پہنچا رہا ہے، پانی کو بخارات بناتا ہے اور 67% پانی سمندروں میں محفوظ رکھتا ہے، انسان کے استعمال میں روزانہ کروڑہا گیلن پانی استعمال ہوتا ہے، پھر سمندر اور تالاب بھرے کے بھرے رہتے ہیں، یہ سب اللہ کی طرف سے برکت ہے، یہ برکت اور احسان وہ اپنی صفت الوھاب سے عطا کرتا ہے، کیا انسان کو یہ سب اللہ کی نعمتیں نظر نہیں آ رہی ہیں؟ پھر بندہ شکر گذار کیوں نہیں بنتا؟

سمندر را اتنے خطرناک اور رعب دار بنایا کہ وہ ہر روز لہروں اور موجوں سے غصب

ناک بن کر زمین کو نگلنا چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے وہ زمین پر آنے سے رُکے ہوئے ہیں، جس طرح شیر ببر اپنے بند پنجروں سے باہر نکلنے کے لئے بار بار جالیوں کے پاس آکر تاکتے رہتے ہیں اور دھاڑتے پھرتے ہیں، سمندر بھی ہر روز زبردست تیز موجوں سے تھاپیں مارتے رہتے ہیں۔

پانی کی اللہ نے عجیب خاصیت رکھی ہے، اوپر جائے تو بھاپ بن جاتا ہے اور ابر کی شکل اختیار کر لیتا ہے، جمنے کے بعد اوپر سے ٹکڑے بن کر گرے تو اولے کہلاتا ہے، برف کی شکل میں روئی کے گالے بن کر برستا ہے، ورنہ انسانوں کے مکانات' مویشی' کھیت وغیرہ تباہ ہوجاتے ہیں، صبح پھولوں پر گرے تو شبنم کہلاتا ہے، اوپر سے بادلوں سے برسے تو بارش، زمین پر گر کر جم جائے تو برف، پھولوں سے نکلے تو عرق، مکھیوں سے نکلے تو شہد، زمین اور سمندروں سے نکلے تو پٹرول، درختوں کے بیجوں سے نکلے تو تیل، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پیروں تلے سے نکلے تو زم زم، آنکھوں سے نکلے تو آنسو، جسم سے نکلے تو پسینہ، جانداروں کے جسم سے رگوں میں دوڑے تو خون، بول و براز کی جگہ سے نکلے تو پیشاب، یہ سب اللہ کی قدرت' تخلیق اور ربوبیت کے کمالات اور نمونے ہیں، جو صفت الوھاب کی نعمتوں کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔

اللہ نے زم زم کو عام پانی سے الگ بنایا، جس کے پینے سے بھوک پیاس نہیں لگتی اور پیشاب زیادہ نہیں آتا، جو معجزے کے طور پر ہزاروں سالوں سے کروڑہا انسانوں کو سیراب کر رہا ہے اور اللہ کی ربوبیت کی شکل میں صفت الوھاب کا کھلا انعام واحسان اور معجزہ ہے۔

مکہ شہر کے چاروں طرف سے پہاڑ اور ریگستان ہی ہیں، جہاں زراعت نہیں ہوسکتی، مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء سے سال بھر دنیا کے ہر ملک میں پیدا ہونے والے پھل' غذائیں' ترکاریاں اور ہر قسم کا غلہ واناج کثرت سے ملتا ہے، یہ اللہ کی صفت رزّاق کے ذریعہ صفت الوھاب کا انعام ہے، بے شک وہ بے موسم پھل دینے پر قادر ہے۔

اسی طرح ساری دنیا کے مقابلے عرب علاقوں میں سب سے زیادہ پٹرول نکلتا ہے

اور وہ ساری دنیا کو فروخت کر کے دولت کماتے ہیں، ہزاروں گیلن ہر روز پٹرول پوری دنیا کو سپلائی کرتے ہیں اور عرب دنیا کے مالدار لوگ بن گئے، ان کے پاس عمدہ مکانات' عمدہ کاریں' گرمی سے بچنے کے لئے ہر گھر' دُکان اور آفس ایر کنڈیشن' لاکھوں باہر کے لوگ عربستان میں ملازمت کر کے روزگار حاصل کر رہے ہیں، یہ سب اللہ کی صفات خالق' رب اور رزاق کے ذریعہ صفت الوھاب کے احسان وانعامات ہیں۔

دنیا میں سب سے زیادہ کھجور عربستان میں پیدا ہوتا ہے اور اللہ کی صفت رزاق سے قسم قسم کے کھجور پیدا ہوکر پوری دنیا میں تجارت کے لئے فروخت کئے جاتے ہیں مگر ہزاروں سال سے کھجوروں کی کبھی کمی نہیں ہوئی، یہ اللہ کی صفت الوھاب کا انعام وعطیہ اور برکت ہے، اسی طرح اللہ نے ریگستان کی مناسبت سے ریت میں تیز رفتاری سے دوڑنے کے لئے خاص طور پر اونٹ پیدا کئے، جس کی آنکھوں میں تین قسم کے پردے ہیں، ایک کو وہ طوفان کے وقت ڈھانپ لیتا ہے' جس سے ریت اس کے آنکھوں میں نہیں جاتی اور وہ چلتا سفر جاری رکھتا ہے، یہ بھی اللہ کی صفت حکمت سے الوھاب کی عطا انسانوں کے آسانی کے لئے دی گئی، انسان اس پر غور کر کے اللہ کا شکر ادا کریں۔

چاند کو اللہ تعالیٰ موجودہ حالت کے مقابلے اگر ہم سے بیس ہزار میل قریب کر دے تو دن میں دو بار زمین پر زبردست سیلاب آ کر ڈوب جاتی تھی اور پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جاتے تھے، زمین سے 3 لاکھ 70 ہزار میل دور رکھ کر چاند کے ذریعہ زمین کے تمام سمندروں کے پانی کو دن میں دو مرتبہ مدو جزر کے ذریعہ ہلاتا ہے تاکہ وہ سڑھنے نہ پائے، اور ہوا میں موجود آکسیجن پانی میں ملتی رہے اور پانی موجوں سے صاف ہوکر اپنی گندگی کو نیچے پھینک دے، اللہ نے سمندروں کے پانی کو ایک خاص مقدار کے ساتھ کھارا بنا کر برسوں سے رکھا ہے، کبھی اس کے کھارے پن میں کمی یا زیادتی نہیں ہونے دیتا، اس کی وجہ سے سمندر کے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے جانور پانی میں آسانی سے زندہ رہ کر تیرتے رہیں، اور پانی سے آکسیجن حاصل کرتے رہیں، اور مرنے

والے جانوروں کے لاشے کھارے پانی کی وجہ سے سڑھنے نہ پائیں، اوراس سے سمندر کے پانی میں بدبو پیدا نہ ہو۔

چاند سے اللہ پھلوں میں رنگ' مٹھاس اور خوشبو پیدا کرتا ہے، چاند کو دنیا میں جانداروں کے آرام کے لئے نائٹ بلب بنایا اور مہینے معلوم کرنے کی جنتری بنایا، یہ سب اللہ تعالیٰ نے بحیثیت خالق' رب اور قادر ہونے کے انتظامات کیا اور تمام جانداروں کو صفت الوھاب سے ان کی نعمتیں دے رہا ہے۔

اسی طرح آکسیجن زمین کی فضاء میں ۲۱/فیصدی کے بجائے ۵۰/فیصدی یا اس سے زیادہ ہوجائے تو فضاء کا جزو بن جاتی اور زمین پر آگ ہی آگ بڑھ جاتی ہے، ایک درخت کو آگ لگتے ہی سارا جنگل جل جاتا ہے، یہ سب انتظامات اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی زندگی زمین پر رکھنے کے لئے صفت رب' رزاق اور حفیظ کے ذریعہ الوھاب ہونے کے ناطے احسان کیا ہے، پھر بھی انسان اللہ تعالیٰ کا ناشکرا بن کر چاند' سورج اور ستاروں کی پرستش کرتا ہے۔

مردہ بیج سے پودے اگانا کسی مخلوق میں قدرت نہیں اللہ تعالیٰ اگر دنیا میں برسات کا طریقہ نہ رکھتا تو انسان نہ زراعت کرسکتا' نہ پودے اور درخت اُگا سکتا تھا' نہ پینے کے لئے پانی حاصل کرسکتا تھا، اللہ تعالیٰ اپنی صفات تخلیق' ربوبیت اور رزاقیت سے درخت پودے اور گھاس کس کے لئے اگاتا ہے، درختوں کی غذائیں' ترکاریاں' پھل پھلاری کون کھاتا ہے؟ یہ سب اُگا کر صفت الوھاب ہونے کے ناتے انسانوں کو عطا کرتا ہے۔

بظاہر جانور گھاس چارہ کھاتے ہیں مگر اس گھاس کے رس سے گوشت اور دودھ بنتا ہے اُسے کون پیتے ہیں، بغیر دودھ کے انسان کے بچے کی پرورش نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ خاص طور پر وہ جانور جن کا دودھ انسان بھی استعمال کرتا ہے ان کے دودھ میں صفت الوھاب سے اتنی برکت رکھی ہے کہ وہ لیٹروں سے دودھ دیتے ہیں، اتنا زیادہ دیتے ہیں کہ ان کے بچے بھی دودھ پیتے ہیں اور انسان بھی ان بچوں سے زیادہ دودھ استعمال کرتا

ہے، اسی دودھ سے چائے اور دیگر مختلف اشیاء بناتا ہے اور پکوان میں استعمال کرتا ہے، چھانچ اور دہی سے مشروبات بنا کر پیتا ہے، ان سب نعمتوں پر اگر انسان غور کرے گا تو اُسے معلوم ہوگا کہ یہ سب نعمتیں اللہ اپنی صفت رزاقیت سے پیدا کرکے اپنی صفت الوھاب سے انعام اور احسان کی شکل میں عطا فرما رہا ہے، آخر ان سب نعمتوں کا احساس رکھ کر بھی انسان مخلوقات کا کمال سمجھ کر اللہ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلائے گا؟

اگر نباتات نہ اُگاتا تو انسان جانوروں کو چارہ کہاں سے لاتا؟ ان کو کیسے پالتا؟ ان کے گوشت' انڈے' دودھ اور دوسرے سامان کہاں سے حاصل کرسکتا تھا؟ ان پر سواریاں کہاں کرتا؟ اور سامان لاد کر کس چیز پر لے جاتا؟ کتا' بلی اور خنزیر ایک جھول میں چھ چھ بچے دیتے ہیں، بکری' گائے اور بھینس ایک یا دو بچے دیتے ہیں، مگر الوھاب کی برکت' عطا اور دین ایسی ہے کہ بکری' گائے' بھینس' اونٹ پوری دنیا میں ہر روز ذبح ہونے کے باوجود ان کے ریوڑ دیہاتوں میں موجود رہتے ہیں، حج میں تو لاکھوں بکرے' گائے اور اونٹ ذبح ہوتے ہیں مگر پھر بھی دنیا میں ان جانوروں میں کمی نہیں آتی، برکت ہی برکت اللہ نے رکھی ہے۔ آخر اتنے جانور کیا شیر' ببر' چیتے کے لئے پیدا کرتا ہے یا انسانوں کے لئے پیدا کرتا ہے؟ انسان یہ سب نعمتیں دیکھنے کے باوجود آخر اللہ کی عطا اور انعامات کا کتنا انکار کرے گا؟ کیا اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا الرزاق اور الوھاب ہے' جو انہیں یہ نعمتیں عطا کرے؟ انسان کو چاہیئے کہ وہ ان نعمتوں پر غور کرکے اللہ کی نعمتوں کا اعتراف کرے اور شکر گذاری اختیار کرے، نعمت کو مخلوقات کا کمال سمجھنا' نعمت کا انکار اور ناشکری ہے۔

انسان کو دوسرے ملکوں میں تجارت کے لئے پانی کے جہاز بنانے کی صفت تخلیق سے کس نے ہدایت دی؟ انسان اللہ کے دئے ہوئے علم سے بڑے بڑے جہاز بنا کر ہزاروں ٹن سامان ہر روز ایک ملک سے دوسرے ملک سمندروں میں سفر کرتا ہے، اللہ نے پانی کی فطرت یہ بنائی کہ وہ ایک کنکر ہو یا لکڑی کا ایک ٹکڑا ہو فوراً ڈبو دیتا ہے، مگر انسانی جہازوں کو صرف انسانوں کے فائدے کے لئے اللہ نے پانی کو یہ ہدایت دے

رکھا ہے کہ وہ ان کو اپنے اوپر پھولوں کی طرح تیرائے اور سنبھالے رکھے، یہ اللہ کی صفت ھادی اور حفیظ کا حکم ہے، یہ نعمت انسان کو نظر نہیں آ رہی ہے؟ یہ سب دیکھ کر بھی وہ مخلوقات کا کمال سمجھ کر اللہ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلائے گا اور انکار کرے گا؟ کیا پانی کو اللہ کے علاوہ کوئی دوسرے دیوی دیوتا ہدایت دے سکتے ہیں؟ پانی کو اس کی فطرت کے خلاف سوائے اللہ کے کوئی نہ ہدایت دے سکتا ہے اور نہ استعمال کر سکتا، آخر انسان عقل و شعور رکھ کر ان نعمتوں پر غور کیوں نہیں کرتا؟ یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی صفت الوھاب کا احسان وعطاء ہے، جس سے ان کے بڑے بڑے جہاز پانی پر تیرتے ہیں، پھر بھی انسان سمندر اور دریاؤں کا کمال سمجھ کر ان کی پرستش کرتے ہیں۔

☆ دنیا کی اس زندگی میں سوائے انسان کے کوئی دوسری مخلوق کسی مخلوق پر بیٹھ کر سفر نہیں کر سکتی، مگر اللہ نے خلیفۂ زمین بنا کر انسان کو ہواؤں میں، پانی، میں درختوں میں، جانوروں پر اور زمین پر حکومت کرنے اور بیٹھ کر سواری کرنے کا اختیار دیا ہے، چنانچہ انسان ہواؤں کو تصرف میں لا کر گاڑی کے پہیوں میں اور آکسیجن کے سلنڈروں میں قید کر کے تیز رفتار سواریاں چلاتا ہے اور ہواؤں میں جہازوں کے ذریعہ بیٹھ کر ہواؤں میں گویا اُڑتا اور ایک ملک سے دوسرے ملک گھنٹوں میں جاتا ہے، اور ہوا کو انٹرنیٹ، فیکس، موبائل فونس میں استعمال کرتا ہے، ہواؤں کو ٹاور اور ٹی وی کے ذریعہ گھر بیٹھے دنیا کے کونے کونے میں دیکھ سکتا ہے اور بات کر سکتا ہے، پنکھا، کولر اور ایر کنڈیشن کے ذریعہ ہوا کو ٹھنڈی کرتا ہے یا پھر گرم کر لیتا ہے، یہ سب تخلیقی نعمتیں اللہ تعالیٰ انسان کو اپنی صفت الوھاب سے عطا کر رہا ہے، آخر انسان ان نعمتوں کو رات دن استعمال کرتے ہوئے اعترافِ نعمت کیوں نہیں کرتا؟ اللہ کے انعامات پر غور کیوں نہیں کرتا؟ پانی کے جہازوں پر بیٹھ کر پانی پر سواری کرتا ہے اور سمندروں سے تازہ گوشت، ہیرے، موتی اور مونگے نکالتا ہے، پانی میں مچھلی کی طرح تیر کر اپنی صحت بناتا ہے، یہ سب نعمتیں اللہ کی صفت الوھاب سے ملتی رہتی ہیں۔

اللہ نے اپنی صفت تخلیق سے مختلف قسم کے پودوں اور درختوں کے ذریعہ پھل' ترکاریاں' غلہ' اناج' پھول اور جڑی بوٹیاں' نباتات سے کس کے لئے پیدا کر رہا ہے؟ درختوں سے مختلف ضرورتوں کا سامان اور غذاء بنانا کیا درختوں کا کمال ہے؟ پھر درختوں سے مختلف مزوں کے مختلف وٹامن سے بھرپور مختلف پروٹین اور گلوکوس' کیلشیم' زنک' آئرن وغیرہ کے رزق کو پھلوں' ترکاریوں اور غلوں میں کون پیدا کر رہا ہے؟ کیا یہ سب نعمتیں جانداروں کے لئے نہیں؟ صرف جانوروں کے لئے ہیں؟ اگر جانور کھا رہے ہیں تو ان کے دودھ' انڈوں اور گوشت کے ذریعہ یہ سب وٹامن رزق کی شکل میں کیا انسان کے بدن میں نہیں جا رہے ہیں؟ آخر اللہ کی ان نعمتوں پر انسان عقل رکھتے ہوئے غور کیوں نہیں کرتا؟ اور اللہ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلائے گا؟ کب تک ناشکرا بنا رہے گا؟ یہ سب وجود پا کر صفت الوھاب کی شکل میں نعمتیں مل رہی ہیں، پھر بھی خالق کا شکر ادا نہیں کرے گا۔

☆ آکسیجن جانداروں کے لئے اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ نے سمندروں کو ایک خاص گہرائی کے ساتھ رکھا ہے، سمندروں کی گہرائی کو اللہ بڑھا دے تو سمندر زمین کی پوری آکسیجن کاربن ڈائی آکسائیڈ جذب کر لیں گے، پھر کوئی جاندار اور نباتات باقی نہیں رہ سکتے، اور زمین پر اگر آکسیجن باقی نہ رہے تو جانداروں کی زندگی مردہ ہو جائے گی، زمین کی گردش کو اللہ تعالیٰ موجودہ گردش کی رفتار سے کم یا زیادہ کر دے تو دن رات کا پورا نظام بگڑ جائے گا، اللہ نے سورج کو زمین سے جتنے فاصلے پر رکھنا ہے اتنے ہی فاصلے پر رکھا ہے، یہ بھی اللہ کا احسان ہے، فاصلہ کم یا زیادہ کر دے تو سورج قریب ہونے سے سبزہ نہیں اُگ سکتا، سب جل کر خاکستر ہو جائے گا، اور دور کر دیا جائے تو سردی کی وجہ سے برف ہی برف جم جائے گی، گرمی اور سردی کا درجۂ حرارت نارمل سے ختم ہو کر انتہاء پر چلا جائے گا، پھر جاندار زمین پر زندہ نہیں رہ سکتے، اس لئے یہ سب کمالات اور خوبیاں' زمین' سورج اور ہوا کی نہیں اللہ تعالیٰ کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نباتات کو پیدا کر کے جانداروں کے جسم سے نکلنے والی گیاس

کاربن ڈائی آکسائیڈ کو صاف کر کے آکسیجن بنانے کے قابل بنایا، دنیا کی کوئی حکومت جانداروں کے لئے اتنی بڑی مقدار میں آکسیجن تیار نہیں کر سکتی، یہ اللہ کی نعمت ہے کہ اس نے اُسے اپنے ذمہ رکھا ہے، درختوں سے زمین کی فضاء کی گندگی اور پولیوشن کو صاف ستھری بنانے کا مشین بنایا اور ان کے ذریعہ آواز کو کنٹرول کرنے کا طریقہ جانداروں ہی کو سکون دینے کے لئے رکھا، پھر درختوں پر پرندوں کو گھونسلا بنانے یا رہنے کے قابل بنایا، پھر ہر قسم کے پرندوں کو خاص خاص درختوں پر جھنڈ کے جھنڈ رہنے کی توفیق دی، جس کی وجہ سے وہ دوسرے جانوروں کے خطرے سے محفوظ رہتے ہیں، اور یہ سب نباتات درخت و پودے برسات نہ ہوتی تو کہاں سے اُگتے، یہ سب نعمتیں اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو اپنی صفت الوھاب سے عطا کرتا رہتا ہے، بنانا اور پیدا کرنا الگ چیز ہے اور عطا کرنا الگ بات ہے۔

☆ جنگلات' ریگستانوں' سمندروں میں انسان جا کر صاف صفائی نہیں کرتے، مگر پھر بھی یہ مقامات انسان کی رہنے کی جگہ سے زیادہ صاف ستھرے ہوتے ہیں، کہیں پر بھی مردہ جانوروں کے ڈھانچے جنگلات میں یا سمندروں میں مردہ جانور موجوں میں بہتے ہوئے پانی میں نظر نہیں آتے، اللہ نے کچھ ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ مردہ جانوروں کو دوسرے جانور کھا جاتے ہیں، ان کی ہڈیوں کو بھی شیر' ببر' چیتا چبا جاتے ہیں۔

☆ ہوا میں اُڑنے والے بڑے بڑے گِدھ جو مردہ جانوروں اور مردہ انسانوں کو کھاتے ہیں، بعض پارسی لوگ اپنی میت کو ایک بڑے گھر کے صحن میں باولی پر جالی رکھ کر چلے جاتے ہیں، یہ گِدھ ان کو ایک ہزار میل پر اگر مردہ پڑا رہے تو اللہ نے ان کو ایسی تیز آنکھیں دی ہیں کہ وہ دیکھ لیتے ہیں اور جنگل کے مردہ جانور کے پاس جمع ہو کر اس کے گوشت کو کھا لیتے ہیں، بڑی ہڈیاں بھی نگل جاتے ہیں، شِکرا میلوں اوپر اُڑتے ہوئے زمین پر اپنا شکار دیکھ لیتا ہے۔

☆ کبوتروں کا بچوں کو دانہ نرم کر کے کھلانا، اللہ کی نعمت سمجھ میں آجاتی ہے، تو یہ اس

بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفت الوھاب سے ہر مخلوق پر احسان وانعام کر کے ان کی پرورش کو آسان بناتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیاں کس کے لئے پیدا کیں؟ ان سے باقاعدہ صاف، صحتمند، خوشبودار اور نفع بخش شہد کس کے لئے تیار کرواتا ہے؟ شہد کی مکھیوں کو فائدہ مند پھولوں کا رس چوسنے کی ہدایت کون دیتا ہے؛ تاکہ ان کے ذریعہ صحت بخش اور نفع دینے والا شہد ملے، اللہ تعالیٰ مکھیوں سے شہد تیار کرواکر چیونٹیوں اور کیڑے مکوڑوں کو نہیں کھلاتا بلکہ انسانوں کے لئے بیماریوں سے شفاء، طاقت اور لذت کا ذریعہ بنایا، طبیب شہد کو دواؤں میں استعمال کرتے ہیں، شہد دوا کو خراب ہونے سے بچاتا ہے، شہد کی حفاظت کے لئے اللہ نے شہد کی مکھیوں کے ڈنک بہت تیز بنائے تاکہ وہ پھول سے رس چوس سکے اور کوئی کیڑا ان کے چھتے تک نہ پہنچ سکے، انسان چلا جائے تو سب مل کر اس پر حملہ کردیتی ہیں، کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور ہے جو مکھیوں کو یہ ہدایت دے، غور کیجئے دوسری مکھیوں کو یہ صلاحیت کیوں نہیں دی گئی؟ صرف شہد کی مکھیوں کو کیوں دی گئی؟ بیشک ایمان والے اللہ کی اس نعمت کو نہیں جھٹلاتے اور شہد استعمال کر کے اپنے مالک کا شکر بجالاتے ہیں، یہ سب نعمتیں اللہ تعالیٰ اپنی صفت الوھاب سے عطا کرتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ بعض پھلوں کو سخت خول والا بنایا، بعض کو مغزدار بنایا، اور بعض کو رس بھرے بنایا، بعض کو کھٹا بنایا، بعض کو پانی سے بھرے ہوئے بنایا اور سخت بھی بنایا، یہ سب کس کے لئے پیدا کر رہا ہے؟ پھر ان کے مزے الگ الگ کس کو لذت دینے کے لئے رکھا ہے؟ ان میں طاقت اور الگ الگ وٹامن کس کو طاقت دینے کے لئے رکھا ہے؟ ہر پھل کے الگ الگ اثرات اور صفات کس کے لئے رکھا؟ کیا یہ سارے پھل، جانور اور حشرات الارض کھاتے ہیں یا انسان کھاتے ہیں؟ انسانوں کو مزہ، لذت اور فائدہ دینے کے لئے مختلف طریقوں سے اللہ نے استعمال کرنے کی توفیق دی ہے، کیا انسان ان نعمتوں کا انکار کرسکتا ہے؟ اگر نعمت استعمال کر کے محسن کو نہ مانے تو وہ ناشکرا کہلائے گا، ان پھلوں کو اللہ کتنی

حفاظت کے ساتھ پیدا کر کے انسان کی ربوبیت کے لئے رزاق ہونے کے ناطے اپنی صفت الوھاب سے نعمت بنا کر عطا کرتا ہے۔

نباتات کو مختلف رنگ برنگے پھولوں سے کس کے لئے سجایا؟ کیا جانور پھولوں کو دیکھ کر ٹھنڈک لیتے ہیں؟ کیا خوشبو سونگھ کر متاثر ہوتے ہیں؟ خوبصورت' حسین وجمیل اور رنگین طرح طرح کے پرندے کس کے لئے پیدا کیا؟ سمندروں میں طرح طرح کے جانور مچھلیاں کس کے لئے رکھا؟ یہ سب نعمتیں اللہ تعالیٰ اپنی تخلیق سے صفت الوھاب کے ذریعہ انسانوں کو سکون دینے، آنکھوں کو ٹھنڈک دینے، کانوں اور ناک کو لذت دینے کے لئے پیدا کیا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں جتنی مخلوقات پیدا کیں' ہر جنس کے لحاظ سے اپنی صفت مصوری سے ان کی ایک خاص شکل وصورت رکھی، جس کی وجہ سے انسان ان کو آسانی سے پہچان لیتا ہے، پوری دنیا میں آم کے درخت ایک جیسے، انگور کی بیل ایک جیسی، نیم کے درخت ایک جیسے، ان کے پھل بھی ان کے لحاظ سے ایک جیسے رکھے، اسی طرح جانوروں میں ہر جنس کے جانور الگ الگ صورت وشکل' جسامت وطبیعت اور مزاج وفطرت کے بنائے، جس کی وجہ سے انسان مچھلی' سانپ' کتے' لومڑی' گدھے اور گھوڑے کو فوراً پہچان لیتا ہے، اور ہر جانور سے ان کی تخلیق کے مطابق کام لیتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت مصوری سے آسمان' زمین' سورج' چاند' ستاروں' پہاڑوں' ریگستانوں اور پانی کی شکل وصورتیں ان کے لحاظ سے الگ الگ بنائی، چنانچہ دنیا کے کسی بھی ملک میں انسان' سورج، چاند، ستاروں اور پانی کو دیکھتے ہی پہچان لیتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ تمام جانوروں کی شکل وصورت ایک جیسی رکھتا، ان کے رنگ' صفات اور آوازیں ایک جیسی رکھتا تو انسان' کتا اور لومڑی میں، سانپ اور مچھلی میں، بلی اور شیر میں فرق نہیں سمجھ سکتا تھا، بکری کی جگہ کتے کو، مچھلی کی جگہ سانپ کو کھا لیتا۔

اسی طرح پھلوں میں فرق نہ رکھتا تو اُسے کسی پھل کا مزا معلوم ہی نہ ہوتا، کونسے

جانور کا گوشت کھانا ہے، کونسے پھل کھانے ہیں، کونسی ترکاریاں اور غلہ کھانے کی ہیں، کونسے درخت آم' انگور اور کیلے کے ہیں اور کونسے پودے چاول اور گیہوں کے ہیں، اُسے پہچان ہی نہ ہوتی تھی، یہ سب نعمتیں اللہ کی صفت الوھاب کی عطاء انسانوں کے فائدے اور پرورش کے لئے اللہ تعالیٰ نے انتظامات کئے ہیں، بیشک وہ حکیم بھی ہے اور زبردست مصور بھی ہے، اگر وہ مصور نہ ہوتا تو انسان کو اپنی عقل وفہم سے ہر چیز کی پہچان حاصل کرنا ناممکن تھا، یہ سب اس کی صفت الوھاب سے نعمتیں ہی نعمتیں اور آسانیاں ہیں۔

☆ ایک مردہ بیج سے ایک پودا پیدا کرتا ہے، پھر اُسے درخت بنا کر ہزاروں پھل اس سے نکالتا ہے، پھر ان ہزاروں پھلوں سے لاکھوں بیج ایک ہی درخت سے نکالتا ہے، پھر ان لاکھوں بیجوں سے لاکھوں پودے درخت پیدا کرتا ہے، غور کیجئے اللہ نے ایک بیج میں کتنی برکت ہی برکت کس کی پرورش کے لئے رکھی؟ باغوں' کھیتوں کے پودوں اور درختوں سے فائدہ اور مزے لذت کون لوٹ رہا ہے؟ یہ سب نعمتیں اللہ نے انسانوں کے لئے پیدا کر کے عطا کرتا ہے، آسمان کو ستاروں سے سجایا، پھر دن کی خوبصورتی الگ، رات کی خوبصورتی الگ' کس کے لئے بنائی؟ کیا پرندے آسمان کا نظارہ کر کے اپنی آنکھوں سے لذت لیتے ہیں اور دلوں کو سکون دیتے ہیں؟ آسمان کو دیکھ کر انسان کبھی وحشت محسوس نہیں کرتا، بلکہ خوبصورتی سے متاثر ہوتا ہے، یہ سب اللہ کی صفت الوھاب کے انعامات واحسانات ہیں۔

☆ ایک مچھلی سے چار پانچ سو انڈے کون نکالتا ہے؟ اور پھر ان انڈوں سے ہزاروں مچھلیاں کس کس کے لئے پیدا کرتا ہے؟ یہ سب برکت ہی برکت ہے، اللہ نے اپنے انعامات واحسانات صرف انسانوں ہی کے لئے نہیں رکھے بلکہ ہر مخلوق کے لئے رکھے، یہ نعمتیں اور احسانات اللہ نے اپنی تخلیق کے ذریعہ صفت الوھاب سے عطا کرتا ہے۔

☆ مچھلیوں' تانبیل' مگرمچھ' دریائی گھوڑا اور دوسرے سمندری جانوروں کو کوئی انسانی حکومت نہیں پال سکتی، اللہ تعالیٰ نے سمندروں میں کھیت' زراعت وغیرہ نہیں رکھا اور

انسانوں کی طرح جانوروں کے لئے نوکری' تجارت اور ہنر وغیرہ نہیں رکھا، ان کا رب ہونے کے ناطے اپنی صفت الوھاب سے جنگلوں' ریگستانوں' سمندروں' پہاڑوں' زمین کے اندر اور باہر ان کے جسمانی فائدوں کی نعمتیں عطا کرتا رہتا ہے، جو مختلف صفات سے وجود میں آئیں اور صفت الوھاب سے نعمت کی شکل میں عطا کی جاتی ہیں۔

☆ کسی بھی مخلوق کو اللہ نے برائی کی طاقت رکھ کر نیکی کرنے کا اختیار نہیں دیا، یہ اختیار انسان و جن کو اللہ نے عطا کیا ہے کہ انسان اپنی مرضی و چاہت سے شیطان و نفس سے مقابلہ کر کے نیکی کر سکتا ہے، یہ انسان کے لئے بہت ہی بڑا زبردست موقع عطا کیا گیا جس سے انسان اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کر کے صفت الوھاب سے اجر وثواب اور نعمتیں بھی لوٹ سکتا ہے اور آخرت میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بدنی' مالی اور جانی عبادات وقربانیاں دینے کا موقع عطا فرمایا، جو کسی دوسری مخلوق کو عطا نہیں کیا، چنانچہ دنیا کی مختلف مخلوقات اور فرشتے کوئی سجدہ میں ہے، کوئی قیام میں کوئی رکوع میں، کوئی قاعدے میں، کوئی ذکر وتسبیح میں، کوئی طواف میں، کوئی روزہ میں، کوئی حمد وثناء بیان کرنے کے لئے اللہ کی عبادت کرتے اور اطاعت کر رہے ہیں، اللہ نے انسان کو پوری مخلوقات کی عبادات کا مجموعہ نماز' روزہ اور حج میں عبادت کے ذریعہ ادا کرنے کا موقع دے دیا، یہ انسان کے لئے صفت الوھاب کے ذریعہ بہت بڑا اعزاز اور نعمت واحسان ہے کہ وہ پوری مخلوقات کی عبادت کی مجموعی شکل میں عبادت کر رہا ہے اور ساری عبادتوں کا ثواب لوٹ رہا ہے، اگر کوئی اللہ کی عبادت نہیں کر رہا ہے تو وہ ناقدری کر کے اللہ کی عطا اور دین سے محروم ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عطا اور دین پر غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نیکی کے مقابلے دس نیکیاں دینے کا وعدہ کیا ہے، بندہ جب پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہے تو اُسے پچاس نمازوں کا ثواب ملتا ہے، رمضان میں فرض کا ثواب ستّر درجہ زیادہ، نفل کا ثواب فرض کے برابر اور عمرہ کا ثواب حج کے برابر عطا کرتا ہے، ماں باپ کو محبت کی نگاہ سے دیکھنے

پر مقبول حج وعمرہ کا ثواب دیتا ہے۔

☆ جب بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ اس کے لئے ایک نیکی کا ثواب لکھ دیتا ہے اور اگر وہ نیکی کرتا ہے تو ایک نیکی پر دس سے سات سو نیکیوں کا ثواب دینا چاہتا ہے، اگر وہ گناہ کا ارادہ کرے تو گناہ نہیں لکھتا، اگر وہ گناہ کرلے تو ایک گناہ پر ایک ہی گناہ لکھتا ہے، توبہ کرنے پر گناہ مٹا دیتا ہے، یہ سب اللہ کا اپنی صفت الوھاب کے ذریعہ احسان وانعام ہے، اس پر بندے کو شکر گذار بنا رہنا چاہیئے، شکر ادا کرنے کے لئے نماز ادا کرنا چاہیئے۔

☆ جب بندہ سبحان اللہ کہتا ہے اور ایک مرتبہ الحمدللہ کہتا ہے تو ہر سبحان اللہ اور الحمدللہ پر جنت کے میدان میں اس کے لئے ایک ایک گھنا درخت لگتا ہے اور جب لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے تو زمین سے آسمان تک نیکیاں بھر جاتی ہیں، یہ اللہ کی صفت الوھاب کی عطا' انعام اور احسان و دین ہے۔

☆ جب انسان مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت دوزح کا فیصلہ فوراً نہیں کرتا بلکہ نیک انسان جو دنیا میں نیکیوں کو پھیلا کر جاتا ہے، علم پھیلا کر جاتا ہے، اور نیک وصالح اولاد چھوڑ کر جاتا ہے، جب تک اس انسان کی نیکیاں دنیا میں پھیلتی رہیں گی اور جس دن ان کا اثر ختم ہو جائے گا، اس وقت تک اس انسان کا اجر وثواب اللہ دینا چاہتا ہے، یہ صرف اور صرف اللہ کی صفت الوھاب کی عطا انعام واحسان ہے، حالانکہ انسان پر بحیثیت بندہ ہونے کے ناتے مالک کی ہی اطاعت وغلامی کرنا لازم اور ضروری ہے، اللہ پر بندہ کا کوئی حق نہیں کہ اُسے جنت دے اجر وثواب دے، مگر اللہ اپنی صفت الوھاب سے بندے کو بے حد وحساب انعام واجر سے نوازنا چاہتا ہے، یہ صرف اللہ کی محبت اور رضا ہے۔

☆ ایمان والوں پر مصیبت تنگدستی، بیماری اور تکلیف آجائیں یہاں تک کہ بخار آئے یا کانٹا چبھے، یا وضو وغسل اور طہارت پر اللہ اپنی صفت توّاب سے گناہ معاف کرتا رہتا ہے اور مرنے کے بعد دنیا کی تکالیف بیماریوں پر صبر کے ساتھ زندگی گذارنے کی وجہ سے بدلے میں اپنی صفت الوھاب کے ذریعہ نعمتیں اور انعامات عطا کرتا ہے۔

ایسا بندہ جس نے حقوق العباد کا گناہ کیا ہے، اگر وہ اللہ کے پاس جواب دینے سے ڈرے اور حقوق العباد میں ظلم کو گناہِ کبیرہ جانے اور جن جن پر ظلم کیا ہے ان کا روپیہ پیسہ، زمین، جائیداد، وراثت میں حق مارا، قرض ڈبو دیا ہے تو آخرت میں جواب دہی کا احساس کر کے واپس کر دے، جوڑے کی رقمیں واپس کر دے، سود اور رشوت واپس کر دے، غیبت کی معافی مانگ لے یا اور کسی قسم کا ظلم کیا، محض مرنے سے پہلے اللہ کو راضی کرنے اور سچی توبہ کرنے کی غرض سے ایسی توبہ کیا تو اللہ ایسے بندوں کی توبہ قبول کر کے اپنی صفت الوھاب کے ذریعہ گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے، یا وہ اگر واپس کرتے وقت استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کا پورا حق ادا نہ کر سکے اور واپس کرنے کے لئے تڑپتا رہے اور ظلم کی پوری تلافی نہ کر سکے اور اپنے آپ کو اللہ کا گنہگار بندہ تصور کر کے اللہ سے معافی مانگتا رہے اور تقویٰ اختیار کر کے حق ادا کرنے کی مدد طلب کرتا رہے تو ایسی توبہ کرنے والوں کی طرف سے اللہ آخرت میں مظلوم کو اپنی صفت الوھاب سے بدلے میں نعمتیں اور انعامات دے کر مظلوم کو راضی کروائے گا اور معافی دلائے گا؛ تاکہ حقوق العباد کا گناہ بندہ پر سے ختم ہو جائے یہ بندے پر اللہ کا احسان اور عطا صفت الوھاب کے ذریعہ ہی ہوگا۔

حدیث میں یہ تک ہے کہ بندہ زِنا نہ کر کے (اللہ کی ناراضگی سے بچنے کے لئے) شوہر بیوی سے جنسی خواہش پوری کرے تو اللہ ایسے عمل پر نیکیاں عطا فرماتا ہے، اس لئے کہ بندہ نے گناہ نہ کر کے نکاح کے ذریعہ جائز اور حلال طریقے سے اپنی خواہش پوری کی۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کعبۃ اللہ کی تعمیر کروائی اور ان سے حج کا اعلان کروایا، پھر بیٹے کی قربانی کا جذبہ دیا، حضرت ہاجرہؓ جو صفا مروہ کے درمیان چکر لگائی اور حضرت اسماعیلؑ ذبح ہونے کے لئے تیار ہو گئے، حضرت ابراہیمؑ کا اللہ کی عبدیت و بندگی محبت اور قربانیوں سے اللہ ان کو اپنا خلیل بنالیا، اس پر اللہ نے اپنی صفت الوھاب سے ہزاروں سال گذرنے کے باوجود ان کو اور ان کے پورے اہل و عیال کے لئے توحید

کے مرکز، نماز کے مرکز اور حج کے مرکز کی نیکیوں کے ذریعہ رحمت کی بارش برسا رہا ہے اور امت محمدیہ سے ان کی سنتوں اور اعمال کی نقل کروا کر نیکیاں عطا فرما رہا ہے اور ہر سال حج کے مراسم بندوں سے ادا کروا کر ان کو اور ان کے اہل وعیال کو نیکیاں عطا کر رہا ہے، اس لئے ہر ایمان والا اپنی دنیا کی زندگی میں نیکی کے پودے لگا کر دنیا سے جائے تا کہ مرنے کے بعد بھی ان کو نیکیاں اور ثواب ملتا رہے، اس لئے کہ اللہ اپنی صفت الوھاب سے بندوں کو خوب نوازنا اور انعامات دینا چاہتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ دنیا میں نیکیوں کے پودے لگا کر گئے، ان کی محنتوں اور نیکیوں کے اثرات انشاء اللہ قیامت تک چلتے رہیں گے اور ان کا اجر ان کے نامۂ اعمال میں آتا رہے گا، یہ صرف اللہ کی صفت الوھاب کی عطا اور دین ہے، اگر اللہ ہم کو انسان بنانے کے بجائے پتھر، درخت یا جانور بنا دیتا تو ہم اس لامتناہی نیکیوں اور انعامات سے محروم رہتے، ایک ہی جگہ پڑے رہتے یا کھڑے رہتے، اور دوسری مخلوقات کی طرح پیدا ہو کر فنا ہو جاتے تھے، اس لئے رسول اللہ ﷺ کے جب امتی بنائے گئے ہیں تو اپنی قدر کیجئے اور اللہ کا شکر بار بار ادا کرتے رہئے کہ اس نے ہمارے ساتھ اتنا بڑا احسان کیا ہے، ایمان اور نیکیوں کے ذریعہ مرنے کے بعد بھی انعامات لوٹنے کا ذریعہ بنایا۔

☆ انسان کو اللہ کی طرف سے روحانی اور جسمانی صحت وتندرستی ملنا بھی بہت بڑی نعمت ہے، انسان اللہ کی ان نعمتوں کو سمجھنے کے لئے ایمان سے محروم انسانوں پر غور کرے، نافرمان وباغی انسانوں پر غور کرے، بے دین، ملحد، دہریہ انسانوں پر غور کرے، دین بیزار انسانوں پر غور کرے تو اس میں شکر والی کیفیت پیدا ہوگی اور اس کو ایمان کی دولت تقویٰ وپرہیزگاری کی ہدایت ملے گی اور اللہ کی صفت الوھاب سے احسان ملنے کا احساس زندہ رہے گا، اللہ کی نعمتوں میں ایک باطنی وروحانی نعمت ہے، اور ایک جسمانی ومادّی نعمت ہے۔

☆ جسمانی و مادّی نعمتوں پر غور کیجئے۔ دنیا میں جسمانی اعتبار سے دماغی اعتبار سے پاگل انسانوں پر غور کیجئے، فالج زدہ انسانوں پر جو چل پھر نہیں سکتے، اندھے، لنگڑے لولے، گونگے، بہرے اور بیمار انسانوں کو دیکھ کر غریب ونادار اور مفلس انسانوں کو دیکھ کر جو صحت مند و خوشحال انسانوں کے لئے عبرت ونصیحت کا ذریعہ ہیں ان پر غور کرنے سے اللہ کی مادّی اور جسمانی نعمتوں کا احساس زندہ رہتا ہے، پورے جسم کی صحت کا ملنا اللہ کی عطا اور دین ہے، کسی کو عمر کی درازی مل کر اللہ کی اطاعت و بندگی کا ملنا اللہ کی عطا و دین ہے، روایات میں ہے کہ عمر میں برکت ملنے کے بعد اللہ کی اطاعت و بندگی میں زندگی گذارنا عقلمندی ہے، وہ انسان جس کو لمبی عمر ملے اور وہ عمر کو نافرمانی اور بغاوت میں ضائع کردے، تو وہ بیوقوف ہے۔

صحت میں خرابی پیدا ہو کر بیمار ہو جانے یا حافظہ اور یادداشت ختم ہو جانے یا معذور ہو جانے سے انسان دنیا اور دین کی محنت بھی نہیں کرسکتا، جب انسان صحت مند رہے تو اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہئے، انسان کو وقت کی شکل میں عمر دی گئی، اس وقت کو ضائع و برباد نہیں کرنا چاہئے، اسی کی قسم کھا کر اللہ نے سورۂ عصر میں تاکید کی ہے۔

حدیث میں ہے کہ عقلمند کے نزدیک دنیا مالِ غنیمت ہے، بیوقوف کے نزدیک دنیا سامانِ غفلت ہے، اس لئے دنیا میں زندگی ملنے پر اللہ کا احسان وانعام ماننا چاہئے، صحت کا ملنا صفت الوھاب سے ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے صفت الوھاب سے بہت ساری روحانی نعمتیں عطا فرمائیں، وحی کا ملنا، پیغمبر کا آنا، ایمان کا ملنا، عبادات کا موقع ملنا، اعمالِ صالحہ کا ملنا، تقویٰ و پرہیزگاری کا ملنا، قرآن مجید کے احکام پر چلنے کی توفیق کا ملنا، یہ سب روح کی غذاء اور نعمتیں ہیں، ان سے فائدہ نہ اٹھائے تو روح بیمار ہو جاتی ہے، پیغمبر اور وحی کا انکار بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار ہے۔

☆ اسی طرح اللہ نے جانداروں کے جسموں میں مختلف مشین اعضاء کی شکل میں لگائی

کوئی مشین دیکھنے کا، کوئی سننے کا، کوئی بات کرنے کا، کوئی سوچنے کا، کوئی دورانِ خون کو جسم میں دوڑانے کا، کوئی خون صاف کرنے کا اور کوئی غذاء ہضم کرنے اور کوئی ہضم کردہ غذاء کے رس کو پورے جسم کے اعضاء میں تقسیم کرنے کا اور کوئی ناکارہ غذاء کو جسم سے خارج کرنے کا اور کوئی گندہ پانی خارج کرنے کا، کوئی جسم کا کور بن کر حفاظت کرنے کا کام کرتی ہیں، یہ بھی اللہ کی صفات تخلیق' ربوبیت اور ہادی کے ذریعہ وجود میں آ کر مرنے تک صفت الوھاب سے جاندار کی مدد کرتے ہیں، اور اللہ نے ان کو جس مقصد کے لئے بنایا وہ اسی مقصد کے تحت مدد کرتی ہیں، ان سب کا مرنے تک ساتھ دینا الوھاب کا احسان ہے۔

☆ انگلیوں پر اگر اللہ ناخن نہ دیتا، صرف گوشت ہی رکھتا تو انگلیاں کسی چیز کو مضبوط طریقہ سے نہیں پکڑ سکتی تھیں، بغیر ناخن کے انگلیوں کا گوشت مڑ جاتا ہے، اور انسان قلم اور پنسل بھی انگلیوں کے ذریعہ پکڑ نہیں سکتا تھا، جسم پر کھجلی ہونے پر کھجا بھی نہیں سکتا تھا، اُسے لوہا یا لکڑی یا کوئی سخت چیز سے کھجانا پڑتا تھا، انگوٹھا اور چھوٹی انگلی ایک لمبائی کے نہ ہوتے اور انگلیاں چھوٹی بڑی نہ ہوتی تو مٹھی بھی نہیں بنا سکتا تھا، انگوٹھے اور کر انگلی کو بند کر کے طاقتور مٹھی بنا سکتا ہے، کیا یہ اللہ کی نعمت نظر نہیں آتی؟

☆ زبان میں مختلف چیزوں کے مزے حاصل کرنے کی نعمت کیا جانوروں کو دی گئی؟ آخر غذاؤں میں کھٹا' میٹھا' کڑوا' پھیکا' گرم' ٹھنڈا زبان سے چکھ کر کیا جانور غذاء کھاتے ہیں؟ زبان کے یہ سب مزے انسان اٹھاتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ زبان میں یہ صلاحیت نہ دیتا تو انسان جانوروں کی طرح بغیر مزہ اور لذت لئے غذائیں کھاجاتا ہے اور اس کے مشروبات اور ہر روز کی غذاؤں میں شکر اور نمک کا احساس ہی اُسے نہیں ہوتا تھا، ہر روز اس کو بدمزا' کڑوی یا پھیکی غذاء کھانا پڑتا تھا، یہ انسان کے لئے نعمت نہیں تو اور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی خاطر تواضع کے لئے زبان میں لذت و مزہ دے کر پیٹ میں غذاء اتار رہا ہے، یہ تخلیقی نعمت اللہ کی صفت الوھاب سے مل رہی ہے، بخار میں اللہ تعالیٰ اس کے زبان کے مزے کو ختم کر دیتا ہے، جس سے اس کو ہر چیز کڑوی

محسوس ہوتی ہے، گویائی کے ملنے سے انسان ایمان قبول کر کے حق کا اقرار کرسکتا ہے، اللہ کی تعریف اور حمد وثناء کرسکتا ہے، اس کے کلام کی تلاوت کرسکتا ہے، یہ سب عطا اور نعمتیں اُسے صفت الوھاب سے مل رہی ہیں۔

☆ میووں کا چھلکا جانور کھاتے ہیں اور مغز انسان کو کھلا کر مزہ اور لذت کیسے دی جا رہی ہے؟ مغز کھا کر انسان طرح طرح کے مزے اور لذتیں پاتا ہے، املی کی، لیموں کی کھٹاس اس کی غذاؤں میں لذت دیتی ہے اور صفراء دور کرتی ہے، اللہ نے مختلف پھلوں کو رس دار، مغز دار پانی سے بھرا، یا سخت بنا کر کس کے لئے پیدا کر رہا ہے؟ گلوکوس یعنی شکر سے میٹھے پھل اور میوے کس کو بنا کر کھلا رہا ہے؟ پھلوں، ترکاریوں، غلہ اور اناج میں مختلف منیرلس Minerals، دھاتیں، وٹامن، پروٹین سے تمام جانداروں کو طاقت وقوت دیتا رہتا ہے، کیا یہ سب نعمتیں انسان نہیں کھا رہا ہے؟ پھر کیوں اللہ کی نعمتوں کا اقرار نہیں کرتا؟ کیوں غیر کی عبادت کر کے ناشکرا بنتا ہے؟

☆ اللہ نے دن رات کس کے لئے بنائے؟ دن کو محنت مزدوری کون کرتا ہے اور رات کو آرام لینے اور تھکان دور کرنے کے لئے نیند لینے کا طریقہ جانداروں کے لئے بھی رکھا ہے، مگر انسان نیند کی نعمت کا سب سے زیادہ محتاج ہے، جس کو نیند نہیں آتی اس سے نیند کی نعمت دریافت کیجئے، نیند نہ ملے تو نہ تھکان دور ہوتی ہے اور نہ وہ غم اور مصیبت کو بھولتا ہے، اور جس طرح دن میں تین وقت غذاء کھانا پڑتا ہے، رات میں بھی کھانا پڑتا تھا، نیند کی وجہ سے دل ودماغ کے علاوہ پورے اعضاء آرام کرتے ہیں، اس کا بی پی نارمل رہتا ہے، نیند کو رسول اللہ ﷺ نے موت کی چھوٹی بہن بتلایا ہے، بوڑھاپے میں انسان بیماری، کمزوری، معذوری، یادداشت سے محرومی، ہاتھوں پیروں میں رعشہ آجانا، چلنے پھرنے اور کمانے کے قابل نہیں رہتا، خدمت گذاروں کی ضرورت ہوتی ہے، اس پر موت کا آنا بھی نعمت ہے، اس سے انسان کو یہ سب حالات سے نجات ملتی ہے، اگر بوڑھے ہونے کے بعد موت نہ آئے تو ہر گھر میں ان کے رشتے دار خدمت کرتے ہوئے ان سے بیزار ہو جاتے تھے، مدد

کرنے اور تیمارداری کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے۔

☆ انسان کو اللہ نے ایسا علم عطا کیا کہ وہ رات کے لئے بجلی پیدا کر کے دن بنا رہا ہے، رات کو بجلی انسان کے لئے نعمت ہے، پچھلے زمانوں میں لوگ اندھیروں میں رات گذارتے، چوری' ڈاکے اور لوٹ مار بہت ہوتی تھی، محلے سنسان ہوجاتے تھے، مغرب کے ساتھ ہی کوئی بھی گھروں سے باہر نہیں نکلتا تھا، پچھلے زمانوں میں بجلی نہیں تھی، لوگ گرما میں بغیر پنکھے' کولر اور ایر کنڈیشن کے رات دن گذارا کر لیتے تھے، رات بھر گرمی میں سوتے یا گھروں سے باہر سوتے تھے، یہ سب چیزوں کا عطا کرنا اللہ کی صفت الوھاب کی نعمت واحسان ہے، اس کے باوجود انسان اللہ کا باغی کیوں بنا رہتا ہے؟ شکر گذاری کے لئے عبادت کیوں نہیں کرتا؟

☆ تمام مخلوقات میں انسانوں ہی کے لئے رشتے ناطے خاندان بنانے کی نعمت دی، اس کی وجہ سے انسانوں میں پہچان' محبت' ہمدردی' بھائی چارگی' خدمت' پرورش' مدد' ایثار و قربانی کا مزاج' سلسلۂ نسل جاری رکھنا، یہ سب نعمتیں اپنی صفت الوھاب سے عطا کیا، ورنہ انسانی معاشرہ جانوروں کی طرح بے حس' احسان فراموش' ایک دوسرے کی مدد اور ایثار و قربانی سے خالی رہتا تھا، سب اجنبی بنے رہتے تھے یا وقتی فائدہ اٹھا کر خودغرض بن جاتے تھے، ماں باپ اپنے بچوں کو جوان ہونے کے بعد بھول جاتے تھے۔

☆ اللہ تعالیٰ اپنی صفت الوھاب سے انسانوں کو رشتے' خاندان اور قبیلے بنانے کی نعمت دے کر بہت بڑا احسان کیا، انسانوں میں باقاعدہ ایک تمدن وجود میں آگیا، ایک سوسائٹی قائم ہوگئی، باپ' دادا' نانا' نانی' شوہر' بیوی' بھائی' بہن' بیٹا' بیٹی' چچا' ماموں' پھوپی' خالہ' سب الگ الگ پہچان میں آگئے، ہر ایک کو ان کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے عزت واحترام ملتا ہے، رشتوں کی وجہ سے خاطر تواضع کرتا ہے، جانوروں میں کوئی بیٹا بیٹی، ماں باپ بوڑھے ہونے کے بعد خدمت نہیں کرتے، یہ صرف انسانوں میں رشتہ داری قائم ہونے سے اللہ کے لئے خدمت کرتے ہیں، پھر ماں' بہن' بیٹی کے لحاظ

سے سلوک ومحبت کرتے ہیں، ماں باپ جن کے لئے اولاد کی پرورش ایک بوجھ ہوتی ہے' وہ اللہ کی صفت الوھاب کی وجہ سے محبت کی نعمت ملنے پر تکالیف جھیل کر ہر قسم کی مصیبت اولاد کے لئے برداشت کر کے محبت کے ساتھ پالتے ہیں، مچھلی' مکھی' مچھر' مگرمچھ' تانبیل کی طرح پیدا کر کے نہیں چھوڑ دیتے، اس لئے اللہ کی صفت الوھاب کو ذہن میں رکھ کر اللہ کے شکر گذار بنئے۔

☆ لباس انسان کے لئے اللہ کی بہت زبردست نعمت ہے، اس کی وجہ سے شرم وحیاء، پردہ' سردی' گرمی اور برسات سے بچاؤ، اور الگ الگ لباس، جسم کے قابل شرم حصوں کی حفاظت کی تہذیب وتمدن اور کلچر قائم ہوا، پھر لباس میں مختلف رنگ کے لباس' جانوروں کے چمڑے' بال کے لباس یہ سب نعمتوں کی عطا کس کے لئے اللہ نے رکھی؟ یہ سب اللہ کی صفت الوھاب سے عطا ہو رہی ہے، جبکہ جانوروں کے لئے گرمی' سردی اور برسات کے کوئی لباس نہیں، وہ جن بالوں' پروں اور چمڑی میں پیدا ہوتے ہیں زندگی بھر ایک ہی رنگ میں رہتے ہیں۔

سارے جانور اپنی شرمگاہوں کو چھپا نہیں سکتے، کھڑے کھڑے عام جگہوں پر بول وبراز کرتے ہیں، مگر اللہ نے انسان کو یہ توفیق عطا کی کہ وہ حیاء اور شرم کے ساتھ بند کمروں میں بول وبراز سے فارغ ہوں، جانوروں کے کلچر سے دور رہیں۔

غذاء اندر جانے کے بعد ناکارہ فضلہ کو جسم کے خاص اعضاء سے باہر نکلنے کا یا پانی اندر جانے کے بعد باہر نہ نکلے تو جاندار کتنی تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے، اس نعمت کی اہمیت ان لوگوں سے پوچھئے جنہیں گردوں میں کنکری پیدا ہو جاتی ہے یا پھر اگر گردے صحیح کام نہ کریں اور جسم سے یوریک ایسڈ خارج نہ کرے یا ڈیالاسیس کرانے والوں سے گردوں کے بارے میں پوچھئے۔ اس لئے انسان اللہ کی نعمتوں کو سمجھنے اور ان کی قدر جاننے کے لئے کم سے کم مہینے میں ایک مرتبہ دواخانوں میں جا کر بیماروں کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھیں یا پاگل خانے میں پاگل انسانوں کو دیکھ کر اللہ کی جسمانی نعمتوں کا اللہ کی صفت الوھاب کو

جان کر عطا ہونے کا احساس ہمیشہ زندہ رکھے اور بطور شکرانہ ہمیشہ اسی کی عبادت کرے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے جانداروں کے جسم پر چمڑی پیدا کی جو حس یعنی احساس کی صلاحیت رکھتی ہے، چیونٹی بھی چلے تو چمڑی' دماغ کو اطلاع دیتی ہے۔

اللہ کی اس نعمت پر غور کیجئے کہ جسم کے اندر سے پسینہ تو باہر آتا ہے مگر خون باہر نہیں آتا اور باہر کا پانی یا کوئی چیز چمڑی کے سوراخوں سے اندر نہیں جاسکتی، اگر باہر کی چیز اندر جائے تو جاندار پانی نہاتے وقت یا ندی وتالاب کے پانی میں رہتے وقت یا تیرتے وقت یا صابن تیل لگاتے وقت یا دوا لگاتے وقت سب اندر چلے جاتے تھے، پھر خاص طور پر انسان کو کتنی مشکلات ہوتی' باہر کا پانی اندر جانے کے بعد نکالنے کے لئے کسی ڈاکٹر یا دواخانہ جاکر آپریشن کروانا پڑتا تھا، یہ جانداروں کے تخلیقی نظام میں اللہ کی صفت الوھاب کا عطیہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اونٹ کے جسم پر چمڑی تو رکھی مگر اسے پسینہ نہیں نکلتا، یہ اللہ کی اس کے لئے نعمت ہے کہ اگر اُسے پسینہ نکلے یا سانس سے پانی کے بخارات نکلے تو اس کے جسم کا پانی ختم ہوجاتا، اس لئے اس کی سانس سے بھی پانی کے بخارات نہیں نکلتے، یہ صرف اللہ کے تخلیقی نظام کے تحت صفت الوھاب کی عطا اور نعمت ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ پودوں سے روئی کس کے لئے نکالتا ہے؟ اور پھر اس کو موم سے بھی زیادہ نرم بنایا، انسان اسی سے دھاگے بناتا ہے اور پھر اسی کپاس کے دھاگوں سے کپڑا تیار کرتا ہے، اسی کپڑے سے لباس' پردے' شطرنجی' قالین تیار کرتا ہے، رضائی اور چادر بناتا ہے، رضائی اور گدوں میں روئی بھر کر سردی سے بچتا ہے، صوفہ' کرسی اور پلنگ پر کیا جانور بیٹھتے اور سوتے ہیں؟ جانوروں کے لئے گدے' بستر رضائی کی ضرورت ہی نہیں، وہ گرما اور سرما میں ویسے ہی رہتے ہیں، آخر یہ سب سہولتیں اور آرام دہ سامان کون انسان کی خاطر تواضع' مہمان نوازی کے لئے بنانے کی توفیق دیا ہے؟ یہ سب نعمتوں میں رہنے کے باوجود آخر اللہ کی کون کون سی نعمتوں کا انکار کروگے؟ کیا یہ سب انتظامات دیوی دیوتا

یا کوئی اور مخلوق کرتی ہے؟ کیا درختوں اور پودوں سے کوئی روئی یعنی دھاگا اور کپڑا نکال سکتا ہے، یہ صرف اللہ کی صفت الوھاب کی عطا اور انعام ہے، اس لئے ان نعمتوں کو استعمال کر کے اس کے شکر گذار بندے بنے رہئے۔

اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات کے مقابلے انسان کو دماغ عطا فرمایا، جس کی مدد سے وہ دنیا اور دین کا علم حاصل کر سکتا ہے، ساری مخلوقات میں اللہ نے سب سے زیادہ علم انسان کو عطا فرمایا جس کی وجہ سے وہ علم سے سائنس دان بنتا ہے، ڈاکٹر، انجینئر، پروفیسر لکچرر بنتا، عالم بنتا، مختلف چیزوں پر ریسرچ کر کے دنیا میں اللہ کے پیدا کردہ را مٹیریل سے بہت ساری چیزیں اللہ ہی کی صفت تخلیق ہی کی توفیق سے بنا رہا ہے، اور آرام دہ زندگی گذار رہا ہے، ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ خود انسان کو اس کی سہولت سے اپنے تخلیقی نظام کے تحت بنانے کی توفیق دیتا ہے، روحانی علم جو وحی کے ذریعہ قرآن مجید کی شکل میں نازل ہوا اس سے کائنات کی مخلوقات میں غور وفکر کر کے اللہ کی صفات تخلیق، ربوبیت، رحمت، ہدایت، علم وحکمت مصوری وغیرہ کو سمجھ کر اللہ کی پہچان حاصل کر سکتا ہے، اگر دماغ نہ دیا جاتا تو وہ پتھر، درخت، زمین، ہوا اور پانی کی طرح یہ نعمتیں نہیں لوٹ سکتا تھا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے لوہا دنیا میں اپنی صفاتِ تخلیق اور ربوبیت سے عطا فرمایا اور پھر اس کو نرم کر کے جیسا سامان چاہے بنانے کی صلاحیت عطا کی، آج انسان اس کو بلڈنگوں، مشینوں، بڑے بڑے کامپلکس میں استعمال کر رہا ہے اور کم جگہ پر پچاس، پچاس فلیٹ بنا کر زندگی گذار رہا ہے، لوہے کو استعمال کر کے جانور فائدہ نہیں اٹھا رہے ہیں؛ صرف انسان اس سے فائدہ اٹھا رہا ہے اور یہ انسان کی زندگی کی ضرورتوں میں اہم چیز بن گیا ہے، اللہ تعالیٰ تمام جانداروں کے جسموں میں آئرن، پھلوں، ترکاریوں، غلوں، غذاؤں اور پودوں کے ذریعہ پہنچا رہا ہے، جس سے ان کو طاقت ملتی ہے، اس لئے اللہ کے شکر گذار بنئے کہ اس نے لوہا پیدا کر کے انسان کو خاص طور پر اس سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ سکھایا اور اس کو انسانوں کے لئے اپنی صفت الوھاب سے نعمت اور عطیہ بنا دیا۔

☆ جاندار غذائیں کھاتے ہیں، ان غذاؤں کے ساتھ بیماری کے جراثیم بھی جسم میں چلے جاتے ہیں، آخر جانداروں کے جسموں میں RBC اور WBC والے جراثیم کون پیدا کرتا ہے، RBC خود بخود حرکت میں آ کر خون اور طاقت جسم میں بڑھاتے ہیں اور WBC بیماری کے جراثیم کو کھا جاتے ہیں، یہ جانداروں کے لئے اللہ کی تخلیقی نعمت اور احسان ہے، انسان ظاہر میں غذاء کھا کر مطمئن رہتا ہے، مگر اندر طاقتور صحت کو برقرار رکھنے والے WBC جراثیم' بیماری کے جراثیم سے جنگ لڑتے رہتے ہیں، انسان کو اللہ کی اس نعمت کا احساس ہی نہیں، جب WBC کمزور پڑ جاتے ہیں تو بیماری کے جراثیم اعضاء پر حملہ کر دیتے ہیں، اللہ اپنی صفات قوی کے ذریعہ WBC کو طاقتور بنائے رکھتا ہے۔

☆ معدہ میں غذاء جانے کے بعد کون اس کو ہضم کرنے والا رس معدہ میں پیدا کرتا ہے؟ اور پھر جگر سے جسم کے مختلف اعضاء تک ان کے خلیوں تک غذاء کا رس کون پہنچاتا ہے؟ کیسے ہر عضو کے خلیہ کو اس کے لحاظ سے وٹامن اور پروٹین تقسیم کون کرتا ہے؟ اگر غذاء کا رس نہ پہنچے تو جاندار تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

☆ جسم میں غذاء اور پانی حلق میں جانے سے پہلے زبان کے نیچے ایک چھوٹی سی زبان گوشت کا ٹکڑا اللہ نے بنایا، اس کو انگریزی میں Uvula کہتے ہیں، غذاء حلق میں اترتے ہی وہ اوپر اٹھ کر سانس کی نالی کو بند کر دیتا ہے، غذاء حلق کے اندر جانے کے بعد یہ سانس کی نالی سے ہٹ کر نالی کھول دیتا ہے، اگر غذاء کا کوئی ذرّہ سانس کی نالی میں چلا جائے تو سانس بند ہو جائے گی، اس لئے کہ اکثر لوگ جلدی غذاء کھاتے ہیں اور غذاء کا کوئی ذرہ سانس کی نالی میں چلا جائے تو پھیپھڑے ہوا کا تیز پریشر بنا کر جس کو ہم ''ٹھسکا'' کہتے ہیں، اس کے ذریعہ نالی سے نکال باہر کرتا ہے، یا چھینک آ جاتی ہے، اس پر ایمان والے الحمدللہ کہتے ہیں، غور کیجئے اللہ نے ہماری حفاظت کا کیسا انتظام کیا ہے، کیا ہم اللہ کی ان نعمتوں پر غور نہیں کر سکتے؟ بے شک ایمان والے اللہ کی نعمتوں پر غور کر کے کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی ہر نعمت کا اقرار کرتے ہیں' کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے۔

☆ ناک میں خوشبو بدبو سونگھنے کی طاقت کس کو دی گئی؟ آنکھوں' ناک' کان اور حلق سے میل کے خارج کرنے کے نظام کی ہدایت بھیجے کو کس نے دی؟ سونے کے دوران بھیجہ' جسم کی صفائی کرتا ہے، آنکھوں کی روشنی کم ہو جانے پر کانچ کی گلاس سے عینک بنانے کا طریقہ کس نے عطا کیا؟ پچھلے زمانوں میں لوگ بوڑھاپے میں اندھے ہی بنے رہتے تھے، کیا ان اعضاء کا میل انسان اندر سے نکال سکتا ہے؟ اندھے ہونے کے بعد بغیر عینک کے کیا دیکھ سکتا ہے؟

☆ انسانوں' جانوروں اور نباتات کے علاج کے نئے نئے طریقوں کی تعلیم کون دے رہا ہے؟ بورویل کے ذریعہ زمین سے پانی نکالنے کے طریقے کس نے سکھائے؟ زراعت کے نئے نئے طریقے اور کھاد تیار کرنے کے طریقے کس نے سکھائے؟ سائنس کو ترقی دے کر گھوڑا گاڑی' بیل گاڑی' اونٹ اور گدھے کے بجائے پٹرول عطا کرکے تیز رفتار گاڑیاں بنانے کی صلاحیت کس نے دی؟ ساری مخلوق میں انسان ہی کو مہمان نوازی کے آداب کس نے سکھائے؟ پرندوں کی حسن وخوبصورتی سے کون متاثر ہوتا ہے؟ صحبت کرنے کے بعد غسل جنابت' وضو' بول و براز سے طہارت اور ختنہ کے ذریعہ گندگی سے پاکی، ناف اور بغل کے بال نکالنے کے احکام، کیا یہ سب اللہ کے احکام' نعمتیں نہیں ہیں؟ کیا ہمیں ان کا شکر ادا کرنا نہیں چاہیئے؟

☆ ہوا' پانی کو ٹھنڈا یا گرم کرکے کون استعمال کرتا ہے؟ غذاء کھانے کے بعد میٹھا، چائے یا شربت اور کافی کیا جانور پیتے ہیں؟ کئی منزلہ عمارتوں کے اوپر سے لفٹ بنا کر اترنے کے طریقہ کی کیا جانور کے فائدے کے لئے توفیق عطا کی؟

غرض اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کے لئے ہر زمانے کی ضرورت کے لحاظ سے انسانوں کو سائنس میں ترقی دے کر مختلف نعمتیں اپنی صفت الوھاب سے عطا کر رہا ہے، ویسے پٹرول کا خالق اللہ ہی ہے، مگر وہ شروع زمانے میں عطا نہیں کیا گیا، ریل اور ہوائی جہاز بنانے کی توفیق اللہ نے دی، مگر پچھلے زمانوں میں عطا نہیں کی گئی، کامپلکس اور فلیٹس بنانے

کی توفیق اللہ نے دی، مگر پچھلے زمانوں میں نہیں دی گئی، لوہے سے ریل اور پٹریاں بنانے کی توفیق اللہ نے دی، مگر پچھلے زمانوں میں عطا نہیں کی گئی، موبائل فون اوران کے ٹاور، ٹی وی، فیکس مشین اور انٹرنیٹ یہ سب اللہ ہی کی توفیق دینے سے بنے، مگر یہ سب چیزیں پچھلے زمانوں میں عطا نہیں کی گئی تھیں، پہلے باؤلی اور کنویں سے پانی نکالا جاتا تھا، مگر اب بورویل سے پانی نکالنے کی توفیق اللہ نے عطا کی۔

غرض ساری چیزیں اللہ اپنی تخلیق، ربوبیت، رحمت، ہدایت، علم ہی سے انسان کی ضرورتوں کے لحاظ سے بنا کر، اپنی صفت الوھاب سے نعمتوں کی شکل میں عطا فرما رہا ہے، یہ سب ہر مخلوق کے لئے اس کی نعمتیں اور عطا ہے۔

حضرت سلیمانؑ کو ہوا، جانور، چرند پرند، جنات وشیاطین، زمین اور اس کی کئی مخلوقات پر حکومت اپنی صفت الوھاب سے عطا فرمائی، پھر ان کے جیسی حکومت کسی کو نہیں دی۔

حضرت مریمؑ کو بے موسم پھل، بغیر اسباب کے صفت الوھاب سے عطا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت الرزاق سے بنی اسرائیل کو سینا کے میدان میں بغیر محنت کے منّ وسلویٰ عطا کیا، اور چٹان سے بارہ چشمے نکالے، ان پر چالیس سال تک ابر کا سایہ رکھا، یہ سب نعمتیں اللہ نے اپنی صفت الوھاب سے عطا کیں۔

اگر سات سمندروں کا پانی سیاہی بن جائے اور دنیا کے تمام درخت قلم بن جائیں، تب بھی ہم اللہ کی عطا کی ہوئی نعمتوں اور احسانات کو نہیں گنا سکتے، یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے سورۂ رحمٰن کو پڑھتے ہوئے مزید اللہ کے احسانات، انعامات اور نعمتوں پر غور وفکر کرنے کی ترغیب کے لئے بیان کیا گیا تا کہ ہم اللہ کی مزید نعمتوں کو سمجھنے والے بن جائیں۔

وَإِن تَعُدُّواْ نِعْمَةَ اللّهِ لاَ تُحْصُوهَا إِنَّ اللّهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌO (النحل: ١٨)

ترجمہ: اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ان کا احاطہ نہیں کر سکتے،

بیشک اللہ بہت معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

☆☆☆☆☆